حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان

ماہنامہ

دقائق اسلام

سرگودھا

مارچ اپریل ۲۰۱۷ء

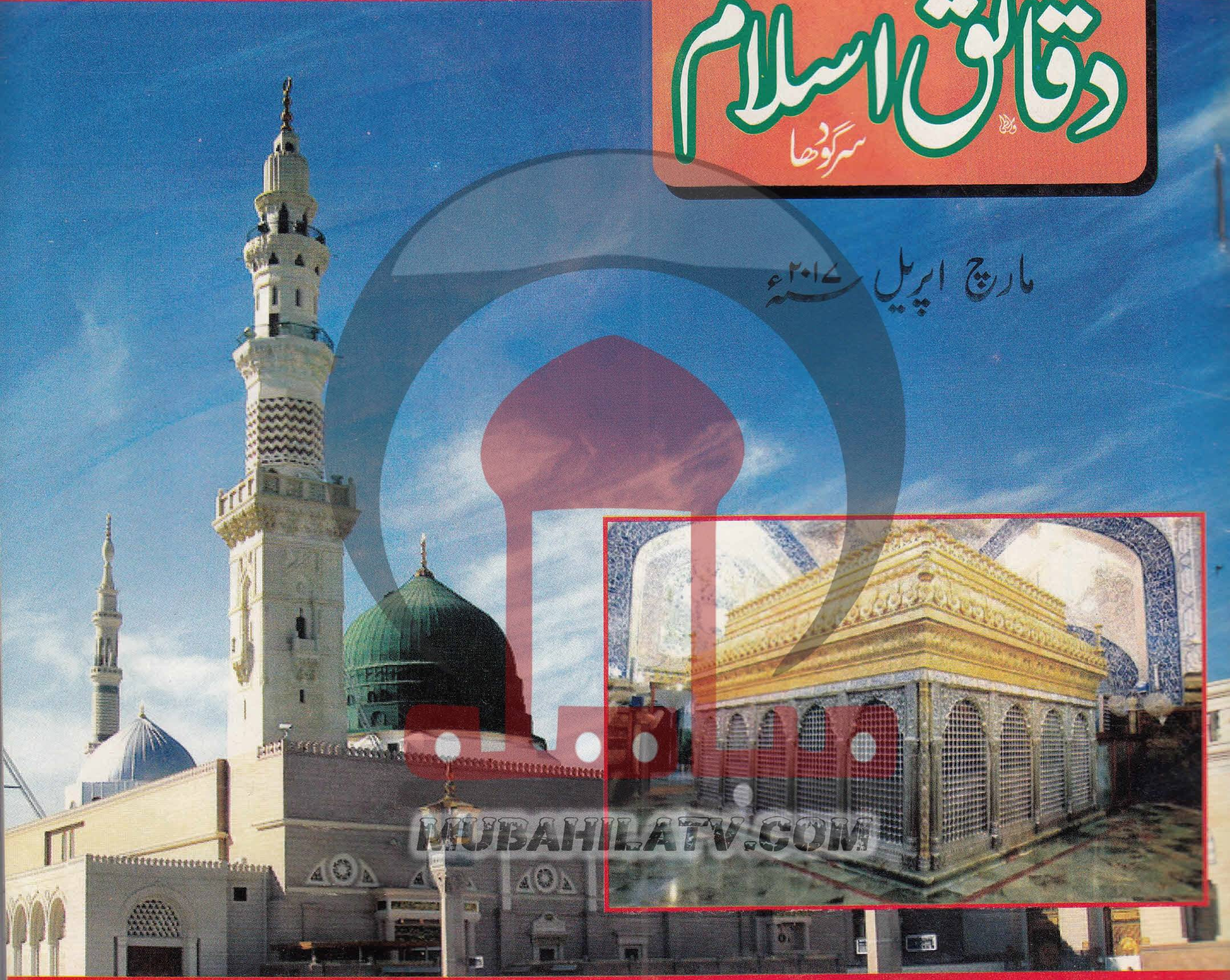

MUBAHILATV.COM

زیرِ انتظام جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاھد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا
فون: 048-3021536
Website: www.sibtain.com Emails: smi51214@gmail.com Sultanulmadarisislamia@gm

باب العقائد

غُلُوّ و تفویض کی مذمت

ارشاداتِ معصومینؑ کی روشنی میں

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

باوجودیکہ حکمائے اسلام یعنی ائمہ طاہرین علیہم السلام نے لوگوں کو افراط و تفریط سے بچانے، ضلالت و غوایت کی ان تیرہ و تار وادیوں سے نکالنے اور ان کو جادۂ اعتدال پر چلانے کے متعلق کوئی امکانی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا لیکن بموجب افانت تنقذ من فی النار جنھوں نے ہلاک و برباد ہونا تھا وہ ہلاک ہو کر ہی رہے۔ سچ ہے ع

جنھیں ہو ڈوبنا وہ ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

ائمہ اطہارؑ کے اخبار سے اس انبار سے بطور نمونہ مُشتے از خروار چند احادیث پیش کی جاتی ہیں:

☆ سید الاولین والآخرین حضرت خاتم النبیینؐ اپنے حق میں افراط و غُلُوّ کرنے کی ممانعت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لا ترفعونی فوق حقی فان اللہ تبارک و تعالیٰ اتخذنی عبدا قبل ان یتخذنی نبیا۔

مجھے میرے حقیقی مرتبہ و مقام سے زیادہ نہ بڑھاؤ کیونکہ خداوند عالم نے مجھے درجۂ نبوت عطا کرنے سے قبل اپنا بندۂ خاص بنایا ہے۔

خدا کا ارشاد ہے:

مَاکَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتَابَ وَ الْحُکْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

کسی بشر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ خدا اسے کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے اور پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم اللہ سبحانہ کے سوا میرے بندے بن جاؤ۔

(عیون اخبار الرضا کذا فی التفسیر الصافی صفحہ ۸۴ و سابع البحار صفحہ ۳۳۸ باب ۴۵ صفحہ ۳۷۲ طبع قدیم)

☆ اسی سلسلہ میں سر اللہ فی العالمین حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

یهلك فی اثنان و لا ذنب لی محب مفرط و مبغض مفرط و انا ابرا الی اللہ تبارك و تعالی ممن یغلوفینا و یرفعنا فوق حدنا کبراته عیسیٰ ابن مریم علیه السلام من النصاری لخ

میرے متعلق دو قسم کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ ایک حد سے بڑھانے والا (نام نہاد) دوست اور دوسرا حد سے گھٹانے والا (بدبخت) دشمن۔ میں بارگاہ ایزدی میں ان لوگوں سے جو ہمارے متعلق غُلُوّ کرتے ہیں اور ہمیں ہماری حدود سے بڑھاتے ہیں، اسی طرح اپنی برائت کا اظہار کرتا ہوں جس طرح حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے نصرانیوں سے برائت ظاہر کی تھی۔

(عیون اخبار الرضا صفحہ ۳۷۲-۳۷۳)

MOBAHLATV.COM

یہی فرمان امام علیہ السلام نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۱۱ طبع مصر پر تھوڑے سے اختلاف الفاظ کے ساتھ موجود ہے ۔اس کے آخر میں ہے : وخیرالناس فی حالا النمط الاوسط فالزموہ ۔ میرے متعلق قابلِ تعریف حالت درمیانہ روی اختیار کرنے والوں کی ہے تم اسی طریقہ کو لازم پکڑو ۔

☆ جناب ابوخالد کابلیؒ بیان کرتے ہیں میں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے سنا فرماتے تھے کہ یہودیوں نے جناب عزیر علیہ السلام کی محبّت میں مُبتلا ہوکر ان کے حق میں جو کہا سو کہا ۔(انھوں نے بھی ان کو خدا کا بیٹا کہا) نہ عزیر ان سے ہیں اور نہ وہ عزیر علیہ السلام سے ہیں ۔ اسی طرح نصرانیوں نے محبّت عیسٰی علیہ السلام میں گرفتار ہوکر ان کے متعلق جو کچھ کہا (انھوں نے بھی ان کو خدا کا بیٹا کہا) نہ جناب عیسٰیؑ ان سے ہیں اور نہ وہ جناب عیسٰیؑ سے ہیں ۔ ہمارا معاملہ بھی یہی ہے ۔

ان قوما من شیعتنا سیحبونا حتی یقولون فینا ما قالت الیهود فی عزیر و ما قالت النصاری فی عیسی ابن مریم فلاهم منا و لانحن منهم ۔

ہمارے شیعہ کہلانے والوں میں سے بھی کچھ لوگ ہمارے متعلق وہی کچھ کہیں گے جو کچھ یہودیوں نے عزیرؑ اور نصرانیوں نے عیسٰیؑ کے بارہ میں کہا تھا ۔نہ وہ ہم سے ہیں اور نہ ہم ان سے ہیں ۔ (رجال کشی صفحہ ۹۷)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام ابوبصیر سے فرماتے ہیں :

یا ابا محمد ابرأ ممن زعم انا ارباب ۔

اے ابومحمد ان لوگوں سے اپنی بیزاری ظاہر کرو جو یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم رب ہیں ۔

قلت بری الله منه ۔ میں نے عرض کیا خدا ان سے بیزار ہو ۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ابرأ ممن زعم انا انبیاء ان لوگوں سے بھی بیزاری ظاہر کر جو ہمارے بارے میں یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نبی ہیں ۔

میں نے عرض کیا: بری الله منه ۔ خدا ان سے بیزار ہو ۔(رجال کشی صفحہ ۱۹۲)

☆ نیز انہی حضرت سے ایک حدیث کے ضمن میں مروی ہے فرمایا:

الویل لمن کذب علینا و ان قوما یقولون فینا ما لا نقوله فی انفسنا نبرا الی الله منهم ۔

(رجال کشی صفحہ ۷۰)

افسوس ہے ان لوگوں پر جو ہمارے اوپر افتراء کرتے ہیں اور کچھ لوگ ہمارے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہیں جو ہم خود اپنے بارے میں نہیں کہتے ۔ہم خدا کی بارگاہ میں ان سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں ۔(دوبار فرمایا)

☆ نیز انہی سرکارؑ سے منقول ہے، فرمایا:

من قال انا انبیاء فعلیه لعنة الله و من شك فی ذلك فعلیه لعنة الله ۔

جو شخص یہ کہے کہ ہم نبی ہیں اس پر خدا کی لعنت ہو اور جو اس میں شک کرے اس پر بھی خدا کی لعنت ہو ۔

(رجال کشی صفحہ ۱۹۴)

☆ نیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :

لعن الله من قال فینا مالا نقوله فی انفسنا و لعن الله

MUBAHILATV.COM

من ازالنا عن عبودیة الله الذی خلقنا و الیه مآبنا و معادنا و بیده نواصینا۔ (رجال مامقانی جلد ۳ صفحہ ۲۳۶ و مشکوٰۃ الاسرار)

خدا اس بندے پر لعنت کرے جو ہمارے متعلق وہ بات کہے جو ہم خود اپنے متعلق نہیں کہتے اور ہمیں اس خدا کی بندگی سے ہٹائے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اور پھر اسی کی طرف ہماری بازگشت ہے اور اسی کے قبضہ قدرت میں ہماری بست وکشاد ہے۔

☆ مُفضلؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت صادق آل محمدؑ کی خدمت میں ابوالخطاب (غالی) اور بعض دوسرے غالیوں کا ذکر چھڑ گیا۔ آنجنابؑ نے فرمایا:

یا مفضل لا تقاعدوھم و لا تواکلوھم و لا تشاربوھم و لا تصافحوھم و لا توارثوھم۔

(رجال کشی صفحہ ۱۹۲ کذا فی رجال المامقانی جلد ۳ صفحہ ۱۹۰ و سابع البحار صفحہ ۳۴۸)

اے مُفضل نہ ان کے پاس بیٹھو نہ ان کے ہمراہ کھاؤ پیو نہ ان کے ساتھ مصافحہ کرو اور نہ ان کو وراثت میں شریک کرو۔

MUBAHILATV.COM

علامہ مجلسیؒ اس حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قوله لا توارثوھم الی لا تعطوھم المیراث فانھم مشرکون لا یرثون من المسلم و لا تواصلوھم بالمصاھرۃ الموجبة للتوارث لخ۔

یعنی ان کو میراث نہ دو کیونکہ یہ مشرک ہیں، اس لیے مُسلمان کے وارث نہیں بن سکتے، اور نہ ان کو رشتہ دو اور نہ اس سے لو، جو توارث کا باعث ہوتا ہے۔

(ہفتم بحار صفحہ ۳۴۸)

☆ حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

من زعم ان الله عزو جل فوض امر الخلق و الرزق الی حججه فقد قال بالتفویض و القائل بالجبر کافر والقائل بالتفویض مشرك۔

(عیون اخبار الرضاص ۸۳ و احتجاج طبرسی صفحہ ۲۲۵)

جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ خداوند عالم نے پیدا کرنے اور رزق دینے کا معاملہ ائمہ علیہم السلام کے سپرد فرمایا ہے وہ تفویض کا قائل ہے جبر کا قائل کافر اور تفویض کا قائل مشرک ہے۔

☆ نیز بروایت حسین بن خالد انہی حضرتؑ سے مروی ہے فرمایا:

یا بن خالد انما وضع عنا الاخبار فی التشبیه و الجبر الغلاۃ الذین صغروا عظمة الله تعالی فمن احبھم فقد ابغضنا و من ابغضھم فقد احبنا و من والاھم فقد عادانا و من عاداھم فقد والانا و من وصلھم فقد قطعنا و من قطعھم فقد وصلنا و من جفاھم فقد برنا و من برھم فقد جفانا و من اکرمھم فقد اھاننا و من اھانھم فقد اکرمنا و من قبلھم فقد ردنا و من ردھم فقد قبلنا و من احسن الیھم فقد اساء الینا و من اساء الیھم فقد احسن الینا من صدقھم فقد کذبنا و من کذبھم فقد صدقنا و من اعطاھم فقد حرمنا و من حرمھم فقد اعطانا یا بن خالد من کان من شیعتنا فلا یتخذن منھم ولیا و لا نصیرا۔

اے فرزند خالد جبر وتشبیہ کے متعلق ہماری طرف جو اخبار منسُوب ہیں، یہ سب غالیوں نے گھڑی ہیں، وہ غالی جو اللہ سبحانہ کی عظمت وجلالت کو گھٹاتے ہیں ۔پس جو شخص ان سے محبّت کرتا ہے وہ ہم سے بغض رکھتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ ہم سے محبّت کرتا ہے، جو ان سے دوستی رکھتا ہے وہ ہم سے دشمنی رکھتا ہے، جو ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ ہم سے دوستی رکھتا ہے، جو ان سے وصل کرتا ہے وہ ہم سے قطع کرتا ہے، جو ان سے قطع تعلّق کرتا ہے وہ ہم سے وصل کرتا ہے جو ان پر جفا کرتا ہے وہ ہم سے نیکی کرتا ہے، جو ان کے ساتھ نیکی کرتا ہے وہ ہم پر جفا کرتا ہے، جو ان کا اکرام واحترام کرتا ہے وہ ہماری توہین کرتا ہے، اور جو ان کی توہین کرتا ہے وہ ہمارا احترام کرتا ہے، جو انھیں قبول کرتا ہے وہ ہمیں رد کرتا ہے اور جو ان کو ٹھکراتا ہے وہ ہمیں قبول کرتا ہے، جو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے وہ ہم سے برا سلوک کرتا ہے، جو ان سے برا سلوک کرتا ہے وہ ہم سے اچھا سلوک کرتا ہے، جو ان کی تصدیق کرتا ہے وہ ہماری تکذیب کرتا ہے، جو ان کی تکذیب کرتا ہے وہ ہماری تصدیق کرتا ہے، جو ان کو دیتا ہے وہ ہمیں محروم کرتا ہے اور جو ان کو محروم کرتا ہے وہ ہمیں دیتا ہے ۔اے فرزند خالد جو شخص بھی ہمارے شیعوں میں سے ہے اس پر لازم ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ بنائے ۔

(اخبار الرضاً باب ۱۱ صفحہ ۹۷ کذافی سابع البحار صفحہ ۳۳۸)

☆ فضل بن یسار بیان کرتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا:

احذروا علی شبابکم الغلاة لا یفسدوهم فان الغلاة شرخلق الله یصغرون عظمة الله و یدعون الربوبیة لعباد الله و الله ان الغلاة لشر من الیهود و النصاریٰ و المجوس و الذین اشرکوا الخ۔

یعنی اپنے نوجوانوں کے متعلق غالیوں (کی میل جول) سے ڈرو۔ کہیں یہ (کمبخت) ان (کے عقیدہ و عمل) کو خراب نہ کردیں کیونکہ یہ غالی لوگ خدا کی تمام (بری) مخلوق سے بدتر ہیں، جو خدا کی عظمت کو حقیر جانتے ہوئے اس کے بندوں کے لیے ربوبیت کا دعوے کرتے ہیں ۔ خدا کی قسم یہ غالی، یہودیوں، نصرانیوں، مجوسیوں اور تمام مشرکوں سے بدتر ہیں ۔

(بحار جلد ۷ صفحہ ۳۳۸)

☆ علی بن سالم اپنے والد (سالم) سے روایت کرتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا:

ادنی ما یخرج منه الرجل من الایمان ان یجلس الی غال فیستمع حدیثه و یصدقه علی قوله ان ابی حدثنی عن ابیه عن جده علیهم السلام ان رسول الله صلی الله علیه و اله وسلم قال صنفان من امتی لا نصیب لهما فی الاسلام الغلاة و القدریة ۔

یعنی کم ازکم وہ چیز جس کی وجہ سے آدمی دائرۂ ایمان سے خارج ہوجاتا ہے یہ ہے کہ کسی غالی کے پاس بیٹھے اور توجہ سے اس کی بات سن کر تصدیق کردے ۔میرے والد ماجد نے اپنے اب وجد سے مجھ تک جناب رسولِ خداً کی یہ حدیث پہنچائی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میری امت کے دوگروہ ایسے ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلّق نہیں ۔

MUBAHILATV.COM

ایک غالی، دوسرا قدریہ۔ (بحار جلد ۷ صفحہ ۳۳۹)

☆ ابوحمزہ ثمالی جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:

یا ابا حمزۃ لاتضعوا علیا دون ماوضعہ اللہ و لا ترفعوہ فوق ما رفعہ اللہ کفی لعلی ان یقاتل اھل الکرۃ و یزوج اھل الجنۃ۔

اے ابوحمزہ نہ تو علیؑ کو اس مقام و منزل سے پست کرو جس پر خدا نے ان کو فائز کیا ہے اور نہ اس حد سے ان کو بلند تر کرو جس قدر خدا نے انھیں بلند کیا ہے۔ جناب علیؑ (کی عظمت کے لیے) اتنی بات ہی کافی ہے کہ وہ زمانہ رجعت میں جنگ وجدال کریں اور اہل جنّت کی تزویج فرمائیں۔ (بصائر الدرجات طبع جدید صفحہ ۴۱۵ ہفتم بحار صفحہ ۳۴۴)

☆ ابوہاشم جعفری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے غلاۃ مُفوّضہ کے بارے میں سوال کیا امام نے فرمایا:

الغلاۃ کفار و المفوضۃ مشرکون من جالسھم او خالطھم او اکلھم او شاربھم او واصلھم او زوجھم او تزوج الیھم او امنھم او ائتنھم علی امانۃ او صدق حدیثھم او اعانھم بشطر کلمۃ خرج من ولایۃ اللہ عزوجل و ولایۃ رسول اللہ و ولایتنا اھل البیت۔

غالی کافر اور مُفوّضہ مشرک ہیں۔ جو شخص ان لوگوں کے پاس بیٹھے یا ان سے میل جول رکھے یا ان کے ساتھ مل کر کھائے پیے یا ان کے ساتھ تعلّقات قائم کرے یا ان کو رشتہ دے یا ان سے رشتہ لے یا ان کا امین بنے یا کسی امانت پر ان کو امین بنائے یا ان کی کسی بات کی تصدیق کرے یا ان کی اعانت وامداد کرے اگرچہ جزء کلمہ کے ساتھ ہی ہو تو وہ خدا اور رسولؐ اور ہم اہل بیتؑ کی ولایت سے خارج ہو جاتا ہے۔

(عیون الاخبار جلد ۲ صفحہ ۲۵۳ طبع جدید ہفتم بحار صفحہ ۳۴۱)

☆ فضیل بن عثمان روایت کرتے ہیں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اتقوا اللہ و عظموا اللہ و عظموا رسولہ و لا تفضلوا علی رسول اللہ احدا فان اللہ تبارک و تعالی قد فضلہ و احبوا اھل بیت نبیکم حبا مقتصدا و لا تغلوا و لا تفرقوا و لا تقولوا ما لا نقول فانکم ان قلتم و قلنا متتم و متنا ثم بعثکم و بعثنا فکنا حیث یشاء اللہ و کنتم۔

اللہ سے ڈرو اور اس کی عظمت و جلالت کا خیال رکھو۔ اسی طرح اس کے رسولؐ کی تکریم و تعظیم کرو اور کسی کو بھی ان پر فضیلت نہ دو۔ کیونکہ خداوند عالم نے آنحضرتؐ کو (سب کائنات پر) فضیلت دی ہے اور اہل بیت رسولؐ سے درمیانہ قسم کی محبّت کرو۔ نہ غلوّ کرو اور نہ باہم تفریق اور (ہمارے متعلق) وہ بات نہ کرو جو ہم نہیں کہتے۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا یعنی ہم نے کچھ کہا اور تم نے کچھ تو ہم بھی مریں گے اور تم بھی۔ پھر خدا ہمیں اور تمھیں مبعوث ومحشور کرے گا۔ پھر جہاں چاہے گا ہم اور تم ہوں گے۔ یعنی تم ہم سے الگ ہوگے اور ہماری زیارت سے محروم رہوگے۔ (بحار الانوار جلد ۷ صفحہ ۳۳۹)

☆ مُتعدّد اخبار و آثار میں مذکور ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے ظاہری دورِ خلافت میں اپنے متعلق غلوّ کرنے والوں کو زندہ نذر آتش کر دیا تھا۔

MUBAHILATV.COM

(ہفتم بحار صفحہ ۳۴۹ منہاج البراعہ جلد ۴ صفحہ ۳۵۷)

ان اخبار معصومینؑ میں جس شدومد کے ساتھ غلاۃ کی مذمت کی گئی ہے اور جس طرح ان کو یہودیوں اور مجوسیوں سے بدتر قرار دے کر کافر قرار دیا گیا ہے اور ائمہ طاہرینؑ نے جس انداز میں اپنے نام لیواؤں کو اس بدترین خلائق گروہ کی مجالست وہم نشینی سے سخت ممانعت فرمائی ہے، وہ اب مزید کسی تبصرہ کی محتاج نہیں ہے۔ آنجاکه عیان است چه حاجت بیان است۔

انہی حقائق کی بنا پر عالم ربانی شیخ عبداللہ مامقانی نے فرمایا ہے: اجمع العلماء علی کفر الغالی۔ غالیوں کے کفر پر تمام علماء وفقہاء کا اجماع واتفاق ہے۔

(تنقیح المقال جلد ۳ صفحہ ۲۶۸)

فلا غلو و لا تفویض و لا تقصیر و لا تفریط فی الاسلام و مذهب اهل البیت علیهم السلام بل امر بین الامرین کما لا یخفی علی اولی الافهام و فقنا الله للعمل علی تعالیم القرآن و تعالیم النبی و اهل بیته علیه و علیهم السلام۔

توضیح:

مخفی نہ رہے کہ ان احادیث شریفہ میں جہاں جہاں تفویض کی مذمت کی گئی ہے وہ فرقہ مفوضہ کے ساتھ مخصوص ہے ہی لیکن جہاں جہاں غلو اور غالیوں کی شدید مذمت کی گئی ہے اس میں بھی مفوضہ شریک ہیں۔ کیونکہ مفوضہ بھی غالیوں کی ہی ایک خاص قسم ہے جیسا کہ حضرت شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

و المفوضة صنف من الغلاة و قولهم الذی فارقوا به من سواهم من الغلاة اعترافهم بحدوث الائمة و خلقهم و نفی القدم عنهم و اضافة الخلق و الرزق مع ذالك الیهم و دعواهم ان الله سبحانه وتعالی تفرد بخلقهم خاصة و انه فوض الیهم خلق العالم بمافیه و جمیع الافعال۔

یعنی مفوضہ غالیوں کی ہی ایک قسم ہیں۔ ہاں جس بات میں وہ دوسرے عام غالیوں سے جدا ہیں، وہ یہ ہے کہ وہ ائمہؑ کو حادث ومخلوق تسلیم کرتے ہیں اور ان کو قدیم نہیں سمجھتے۔ لیکن اس اعتراف کے باوجود وہ خلق و رزق کو انہی بزرگواروں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ خدا نے صرف محمدؐ و آل محمدؑ کو پیدا کیا ہے، پھر اس نے عالم و مافیہ کی خلقت ان حضرات کے سپرد کر دی ہے۔ لہٰذا وہی اس کے خالق ہیں۔

(شرح عقائد صدوق صفحہ ۲۱۸)

ایسا ہی افادہ جناب آقائے شیخ فضل اللہ زنجانی (شہید) نے اوائل المقامات للشیخ المفید کے حاشیہ صفحہ ۶۷،۷۷ پر فرمایا ہے۔

نیز ان آیات و روایات سے یہ حقیقت بھی بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ان ذوات مقدسہ کے فی الجملہ کچھ حدود ہیں۔ (و کل مخلوق محدود) جن سے اگر ان کو بڑھایا جائے تو انسان غلو وافراط میں مبتلا ہوکر ابدی ہلاکت کا شکار ہوجاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ بزرگوار بار بار یہ نہ فرماتے کہ ہمیں ہمارے حدود سے آگے نہ بڑھاؤ۔ کیونکہ جب ان کی کوئی حد تسلیم نہ کی جائے تو پھر اس سے بڑھانے یا اس بڑھانے کی ممانعت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مباہلہ MUBAHILATV.COM

باب الاعمال

کچھ اجتہاد و تقلید کے بارے میں

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

ارباب عقل و اطلاع پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ شریعت مقدسہ اسلامیہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔

① عقائد ② احکام۔

اصول عقائد میں چونکہ ہر شخص پر علم و یقین حاصل کرنا ضروری ہے جو تقلید سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے بناء برقول مشہور و منصور اصول عقائد میں تقلید جائز نہیں ہے باقی رہے احکام از قسم عبادات و معاملات وغیرہ تو ان میں ضروری ہے کہ ہر مُکلّف مجتہد ہو یا مُقلّد یا محتاط، یعنی یا تو وہ اس قدر علمی لیاقت کا مالک ہو کہ خود قرآن و حدیث سے استنباط کر کے ہر ہر مسئلہ کا حل معلوم کر سکے۔ یا پھر کسی جامع الشرائط مُجتہد کی تقلید کرے۔ یعنی اس کے حکم کے مطابق عمل کرے یا اس طرح احتیاط پر عمل کرے کہ اسے اپنی شرعی ذمہ داری سے بری الذمہ ہونے کا یقین حاصل ہو جائے۔

تقلید فطری چیز ہے

بعض لوگ تقلید کے نام سے بدک جاتے ہیں ان کے اضافہ معلومات کی خاطر واضح کیا جاتا ہے کہ تقلید نہ کوئی پیری مریدی ہے نہ کوئی بیعت اور نہ ہی مجتہد و مُقلّد کا رشتہ نبی و امت یا امام و ماموم والا ہے بلکہ وہ صرف ایک فطری تقاضے کی تکمیل ہے اس اجمال کی بقدر ضرورت تفصیل یہ ہے کہ خدائے رحمان نے حضرت انسان کو مدنی الطّبع پیدا کیا ہے۔ یعنی کوئی بھی شخص تن تنہا اپنے تمام امور معاش و معاد کو انجام نہیں دے سکتا بلکہ وہ زندگی کے ہر ہر شعبہ میں اپنے بنی نوع انسان کے تعاون کا محتاج ہے مثلاً جو شخص خود طبیب یا ڈاکٹر نہیں تو وہ علاج کے لئے کسی ڈاکٹر کی طرف، جو خود وکیل نہیں وہ مقدمہ کے لئے کسی وکیل کی طرف اور جو معمار نہیں وہ مکان تعمیر کرنے کے لئے کسی معمار کی طرف رجوع کرتا ہے۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس

روز مرہ کا مشاہدہ شاہد ہے کہ ہر شخص جو چیز خود نہیں جانتا وہ اس سلسلہ میں اس کے جاننے والوں کی طرف رجوع کرتا ہے بعینہٖ یہی کیفیت دینی عبادات و معاملات کی ہے چونکہ شریعت کے اوامر و نواہی پر عمل کرنا واجب ہے اور عمل کرنے کے لئے پہلے علم حاصل کرنا ضروری ہے لہٰذا جو شخص خود براہ راست قرآن و حدیث سے علم حاصل نہیں کر سکتا۔ یعنی مُجتہد نہیں ہے اس پر لازم ہو گا کہ) بطور مقدمہ واجب (یا بموجب "فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون" مُجتہد جامع الشرائط کی تقلید کرے یا اس طرح احتیاط پر عمل کرے کہ برات ذمہ کا یقین ہو جائے۔

MOBAHILATV.COM

احتیاط کی وضاحت

مثلاً ایک عمل کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے بعض اسے واجب قرار دیتے ہیں اور بعض مُستحب تو آدمی اسے ضرور بجالائے۔ اسی طرح بعض علماء ایک فعل کو حرام قرار دیتے ہیں اور بعض صرف اسے مکروہ جانتے ہیں تو وہ اسے ہرگز نہ بجالائے یا ایک فعل پر بعض علماء نماز قصر کا حکم دیتے ہیں اور بعض تمام کا تو یہ قصر و اتمام ہر دو کو جمع کرے تا کہ اسے اپنے شرعی وظیفہ کی انجام دہی کا علم و یقین حاصل ہو جائے۔

تقلید ناگزیر ہے

اس بیان سے یہ بات واضح و عیاں ہو جاتی ہے کہ اس سلسلہ میں اصولیوں و اخباریوں کی نزاع) دیگر اکثر مسائل کی طرح (محض نزاع لفظی پر مبنی ہے نام خواہ مُجتہد و مُقلّد رکھا جائے یا عالم و مُتعلّم یا مبصر و مُستبصر، یا فقیہ و مُتفقّہ اس سے اصل حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کہ غیر عالم کو عالم کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اور جہاں تک لفظ اجتہاد کے نام سے نفرت کا تعلق ہے تو یہ بے جا ہے کیونکہ مقدمہ کتاب میں واضح کر دیا گیا ہے کہ ہمارے اور دوسری اسلامی برادری کے اجتہاد میں بنیادی فرق ہے کہ ہمارا اجتہاد صرف قرآن اور سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے فرمان کے مرکز و محور کے اردگرد گھومتا ہے جبکہ دوسروں کے اجتہاد میں اجماع، قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ وغیرہ جائز الاعتماد ہیں۔ جس اجتہاد و تقلید کی بعض اخبار سے مذمت مترشح ہوتی ہے تو اس سے یہی دوسری قسم کا اجتہاد و تقلید مراد ہے جو ائمہ اطہارؑ کے دور میں مخالفین میں رائج تھا۔ فلا تغفل

مرجع تقلید کے شرائط کیا ہیں؟

باقی رہی اس بات کی تحقیق کہ مرجع تقلید میں کن شرائط کا ہونا ضروری ہے؟ سو واضح ہو کہ کچھ خدا کے کلام اور سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کے فرمان سے واضح و عیاں ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مرجع تقلید میں چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) فقاہت و اجتہاد۔ یعنی پیش آمدہ مسائل کو ان کے مدراک و ماخذ) قرآن و حدیث (سے استنباط کرنے کی پوری اہلیت و لیاقت رکھتا ہو۔

(۲) صحت اعتقاد یعنی صحیح اثنا عشری عقائد کا حامل ہو۔

(۳) امور قبیحہ سے اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا ہو۔

(۴) ان چیزوں سے اپنے دین کو بچانے والا ہو جو انسان کو بے دین بنا دیتی ہیں۔

(۵) ہوا و ہوس نفس امارہ کی مخالفت کرنے والا ہو۔

(۶) اپنے مولا و آقا خداوند عالم اور اس کے ساتھ ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ ہدیٰؑ کا مُطیع و فرمانبردار ہو۔

انہی آخری چار مذکورہ بالا شرائط کے مجموعہ کا نام "شرعی عدالت" ہے یعنی اس کے اندر ایک ایسا ملکہ ہو جس کی وجہ سے وہ) جان بوجھ کر (واجبات کو ترک نہ کرے اور محرمات کا ارتکاب نہ کرے۔ الغرض وہ گناہان کبیرہ کا ارتکاب اور گناہان صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور اگر کبھی بتقاضائے بشریت ایسا ہو جائے تو فوراً توبۃ النصوح کرلے۔

مخفی نہ رہے کہ یہ تمام شرائط امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول شدہ حدیث شریف کے اندر بالتفصیل مذکور ہیں فرماتے ہیں۔

MUBAHILATV.COM

اما من کان من الفقہاء صائناً لنفسہ، حافظاً لدینہ مخالفاً لھواہ، مطیعاً لامر مولاہ فللعوام ان یقلدوہ۔

یعنی فقہاء میں سے جو شخص اپنے نفس کو بچانے والا، اپنے دین کی حفاظت کرنے والا، اپنی خواہشات کی مخالفت کرنے والا اور اپنے مولا کے حکم کی اطاعت کرنے والا ہو۔عوام کے لئے اس کی تقلید کرنا جائز ہے ۔)احتجاج طبرسی وغیرہ (ایسے ہی شخص کو "مجتہد جامع الشرائط" کہا جاتا ہے۔

وذالک لا یکون الابعض فقہاء الشیعۃ لاکلھم کما لا یخفی۔

لمحہ فکریہ راجع بہ تقلید اعلم

قارئین کرام نے بچشم خود شرائط فقیہ والی مفصل حدیث ملاحظہ کر لی ہے اس میں کہیں بھی اعلم یا افقہ کا لفظ موجود نہیں ہے ۔) اور اسی پر کیا منحصر ہے اجتہاد و تقلید کے سلسلہ میں وارد شدہ کسی بھی روایت میں یہ لفظ موجود نہیں ہے (ہاں البتہ قضاوت کے باب میں وارد شدہ ایک حدیث مقبولہ عمر بن حنظلہ میں یہ لفظ ضرور وارد ہے۔ مگر اس کا محل اور ہے ۔وہ فصل خصومت اور قطع نزاع کے مقام پر وارد ہے، جس کا ہمارے محل نزاع سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ جس چیز کا قرآن و حدیث میں کہیں نام ونشان بھی نہیں ہے، اس کے متعلقہ مباحث سے تو موجودہ فقہی کتب چھلک رہی ہیں کہ اعلم کسے کہتے ہیں؟ اعلم کون ہے؟ اعلم کی تقلید واجب ہے؟ اعلم کی پہچان کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ ۔ مگر جن شرائط کی احادیث میں صراحت موجود ہے ان کا نام بھی ڈھونڈنے سے کہیں نہیں مل سکتا، انقلابات ہیں زمانہ کے!......

حالانکہ نقل سے قطع نظر کر کے اگر چند منٹ صرف عقل سے بھی سوچا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ جس طرح شرعاً اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے ۔اسی طرح عقلاً بھی اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ یہ حکم دیتا تو یہ تکلیف مالا یطاق) طاقت برداشت سے زائد تکلیف (ہوتی ۔ حالانکہ خدائے حکیم کسی کو طاقت برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا (لایکلف اللہ نفسا الاوسعھا) کیونکہ اعلم فی العالم)پوری کائنات کے علماء میں سے سب سے بڑے عالم (کی تشخیص وتعیین عادۃً محال ہے) جسے نبی و امام کا معجزہ ہی بروئے کار لاسکتا ہے (کوئی مائی کا لعل ہے جو پہلے تمام کائنات کے تمام علماء کی تعداد معلوم کرے اور پھر ہر ہر علم وفن میں ان کے مرتبہ و مقام کا جائزہ لے ......اور پھر یہ فیصلہ کرے کہ فلاں شخص اعلم فی العالم ہے ۔

با انصاف قارئین کرام فرمائیں کہ کیا ایسا کرنے والا شخص خود اعلم العلماء نہیں ہوگا؟ ہمیشہ محقق علماء اعلام نے اس مسئلہ کو ناقابل عمل قرار دیا ہے چنانچہ عالم ربانی حضرت شیخ زین العابدین مازندرانی اپنے مفصل رسالہ عملیہ ذخیرۃ العباد صفحہ ۲۰ طبع لکھنو پر لکھتے ہیں: ولکن انصاف ایں است کہ غالباً تشخیص اعلم ممکن نیست بجہت اینکہ الخ ۔ یعنی" انصاف یہ ہے کہ غالباً اعلم کی تشخیص ممکن نہیں ہے"۔ پس معلوم ہوا کہ عقل اس سے زیادہ کوئی فیصلہ نہیں کرتی کہ جس شعبہ حیات کے ماہرین کی طرف رجوع کرنا ہو اور وہ متعدد ہوں تو گردو

MUBAHILATV.COM

پیشہ کے ماہرین میں سے جو زیادہ ماہر ہو اس کی طرف رجوع کرنا افضل و مستحسن ہے بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بالعموم علاقہ بھر کے سب سے زیادہ ماہر ڈاکٹر اور وکیل وغیرہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے مگر عقل یہ فیصلہ تو ہرگز نہیں کرتی کہ اگر علاج کرانا ہو تو پہلے یہ دیکھو کہ ساری کائنات میں سب سے بڑا ڈاکٹر کون ہے؟ اور جب یہ معلوم ہو جائے تو پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ (خواہ اس سے پہلے مریض مرحوم ہی ہو جائے) اور نہ یہ کہ سب سے بڑے ماہر ڈاکٹر کے علاوہ کسی اور ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنا ناجائز ہے! عقل سلیم کے اس فیصلہ سے ہمیں بھی ابا و انکار نہیں ہے کہ دین کے معاملہ میں رجوع کرنے والے شخص کے علاقہ و ماحول کے علماء و مجتہدین میں سے جو سب سے افضل ہو اس کی طرف رجوع کرنا یقیناً افضل ہے مگر اس کا تقلید اعلم فی العالم کے وجوب کے ساتھ کیا تعلق ہے یا اس کا مطلب یہ کب ہے کہ سوائے اس مجتہد کے جو تمام کائنات کے مجتہدوں سے بڑا ہے۔ باقی تمام مجتہدین کی تقلید حرام ہے۔ ودون اثباتہ خرط القتاد۔ اس پر کوئی شرعی و عقلی دلیل موجود نہیں ہے۔ بلکہ اس کے خلاف بیسیوں دلائل و براہین موجود ہیں ولبیانہا محل آخر۔ یہ تو اجتہاد کا دروازہ بند کرنے کی شعوری یا غیر شعوری سازش ہے۔ واللہ العاصم

☆

شائقین
علوم قرآن مجید
کے لیے
عظیم خوشخبری

انتہائی سلیس، شیریں، اور دل نشین اردو زبان میں
قرآن مجید کے منظوم مطالب و مفاہیم
مثنوی
آبِ رواں

نتیجہ فکر
سید شمیم رجز ایم اے مرحوم
اظہار القرآن
19 اردو بازار لاہور
0333-8788364

باب التفسیر

ایفائے عہد اور وفائے عہد واجب ہے

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ۬ؕ اُحِلَّتۡ لَکُمۡ بَہِیۡمَۃُ الۡاَنۡعَامِ اِلَّا مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ غَیۡرَ مُحِلِّی الصَّیۡدِ وَ اَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ ۱

(سورۃ المائدۃ آیت نمبر۱)

ترجمۃ الآیت

اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو تمہارے لیے چوپائے، مویشی حلال کر دیے گئے ہیں، سوائے ان کے جن کا ذکر تمھیں پڑھ کر سنایا جائے گا۔ ہاں جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار کو حلال نہ سمجھو۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے۔

تفسیر الآیت

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا......الآیہ

MUBAHILATV.COM

عقود عقد کی جمع ہے، اور اس کے لغوی معنی اس گرہ لگانے کے ہیں جو بآسانی کھل نہ سکے، اور یہ عقد و عہد چونکہ دو آدمیوں کو کسی چیز کا پابند بنا دیتا ہے، اس بنا پر اسے عقد کہا جاتا ہے۔ جیسے عقد نکاح، عقد بیع، اور عقد العہد وغیرہ۔ عہد و معاہدہ بھی اسی عقد میں داخل ہے۔ البتہ عقد و عہد میں ایک باریک سا فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ عقد ہمیشہ دو شخصوں کے درمیان ہوتا ہے، جبکہ عہد صرف ایک شخص بھی کر سکتا ہے۔ نیز عقد زیادہ پختہ ہوتا ہے مگر عہد اس کے مقابلہ میں غیر پختہ ہوتا ہے۔

ایفائے عقد اور وفائے عہد واجب ھے

حقیقت یہ ہے کہ وفاء عہد صدق کی جزئیات میں سے ایک اہم جزئی ہے، یا یوں کہہ دیجیے کہ وفاء عہد کا درجہ صدق و عدل کے برابر ہے اور اس کی جانب مخالف کا نام غدر ہے۔ جو کذب و ظلم کے مساوی یا ان کے برے آثار میں سے ایک بدترین اثر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وفا عہد زبان و عمل کی یک رنگ سچائی کا نام ہے۔ اور غدر ان دونوں کی خلاف ورزی کا نام ہے۔

وفائے عہد

انسانیت کے مخصوص فرائض میں سے ایک بہت بڑا فرض ہے۔ اس لیے جو شخص وفا سے خالی ہے وہ دراصل شرف انسانیّت سے محروم ہے۔ اس وجہ سے اللہ نے اس کو ایمان میں سے شمار کیا ہے اور لوگوں کی عملی زندگی کے لیے اس کو قوام ٹھہرایا ہے۔ کیونکہ انسان ایک ایسی ہستی کا نام ہے جس کے لیے باہمی تعاون لازمی ہے اور ظاہر ہے کہ باہمی تعاون وعدہ کی رعایت اور عہد کی وفا کے بغیر ناممکن ہے، اور اگر اسے درمیان سے نکال دیا جائے تو تعاون کی بجائے دلوں میں نفرت اور وحشت

جاگزیں ہوجاتی ہے اور زندگی اور اس کی معیشت تباہی و بربادی سے ہمکنار ہوجاتی ہے۔

ارشادِ قدرت ہے:

اوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا

اپنے معاہدوں کو پورا کرو۔ کیونکہ (فردائے قیامت) تم سے ایفائے عہد کے بارے میں جواب طلب کیا جائے گا۔

اوفوا بعهدی اوف بعهدكم

تم میرے عہد کو پورا کرو، میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔

خداوند عالم اہلِ ایمان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے:

والذين هم لاماناتهم وعهدهم راعون

کہ وہ اپنی امانتوں کو ادا کرتے ہیں اور اپنے وعدوں کی وفا کرتے ہیں۔

وفاءِ عہد کی اہمیت کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ خدائے علیم و حکیم نے بعض جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کی جلالت قدر کی خصوصیات میں سے ایفائے عہد کو بھی شمار کیا ہے۔

واذكر فی الكتاب اسماعيل انه كان صادق الوعد و كان رسولا نبيا

اور کتاب (قرآن) میں اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کرو جو کہ وعدہ کا سچا نبی و رسول تھا۔ (از اخلاق اور فلسفہ اخلاق)

آیت میں عقود کی لفظ ہے جو خالق و مخلوق کے باہمی کیے ہوئے تمام معاہدوں پر حاوی ہے۔ یعنی اس میں وہ معاہدہ بھی داخل ہے جو کوئی بندہ بتقاضائے عبودیت و بندگی اپنے معبود سے کرتا ہے کہ وہ اس کے احکام اور اوامر و نواہی کی تعمیل کرے گا...... اور وہ معاہدہ بھی داخل ہے، جو کوئی انسان اپنے بنی نوع انسان کے ساتھ کرتا ہے۔ اس کا تعلق خواہ دینی احکام سے ہو یا دنیوی معاملات سے۔ اس میں افراد کے معاہدے بھی داخل ہیں اور حکومتوں کے بھی۔ ہاں البتہ وہ وعدہ جو کسی خلاف شرع کام کرنے پر کیا جائے۔ جس کی وفا سے جفا لازم آئے۔ یعنی خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو، اس کی ایفاء جائز نہیں ہے۔ کیونکہ:

لا طاعة لمخلوق فی معصية الله

جہاں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو وہاں کسی بھی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ (نہج البلاغہ)

بانی اسلام ﷺ نے عہد شکنی اور وعدہ خلافی کرنے کو نفاق کی علامات میں سے ایک علامت شمار کیا ہے۔ (جامع السعادات و کتاب الخصائل)

اِضطرار کی حالت میں عہد شکنی جائز ہے

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایفاء عہد کا پختہ ارادہ رکھتا ہے، مگر کچھ واقعی مجبوریں اور حقیقی معذوریوں کی وجہ سے وعدہ کی وفا نہیں کرسکتا، تو یہ نہ جھوٹ ہے اور نہ اس پر غدر کا الزام عائد ہوسکتا ہے۔ یہ الزام تو تب عائد ہوتا کہ جب شروع ہی سے ایفائے عہد کا عزم و ارادہ نہ ہوتا، اور محض دھوکہ دہی اور دفع الوقتی کے تحت عہد کرتا۔ بہر حال اگر کوئی شخص کسی حقیقی مجبوری سے وعدہ پورا نہ کر سکے تو وہ معذور ہے اور مواخذہ کے قابل نہیں ہے۔

الضرورات تبيح المحذورات

MUBAHILATV.COM

باب الحدیث

برادران ایمانی کی میل و ملاقات کا ثواب

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

☆ عبداللہ بن محمد جعفی حضرت امام محمد باقر یا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، فرمایا جب کوئی بندہ مومن اپنے برادر ایمانی سے ملاقات کرنے کے لیے گھر سے نکلتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے ہر قدم پر ایک نیکی اس کے نامۂ اعمال میں درج کرتا ہے اور ایک برائی مٹاتا ہے۔ اور ایک درجہ بلند کرتا ہے اور جب (منزل مقصود پر پہنچ کر) دق الباب کرتا ہے تو اس کے لیے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جب دونوں برادر مومن ملتے ہیں اور مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں تو خداوند عالم بزم ملائکہ میں ان پر فخر و مباہات کرتا ہے کہ دیکھو میرے بندوں کی طرف جو میرے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔ مجھ پر لازم ہے کہ اس کے بعد میں ان کو آتش دوزخ کے ساتھ عذاب نہیں کروں گا۔ اور جب ملاقات کے بعد بندہ مومن واپس جاتا ہے تو اس کے قدموں کی تعداد کے مطابق فرشتے اس کی مشایعت کرتے ہیں اور دنیا و آخرت کی بلاؤں اور مصیبتوں سے اس کی حفاظت کرتے ہیں تا آخر روایت۔

☆ ابن ابوحمزہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: جو شخص اپنے مومن بھائی کی للہ فی اللہ (محض خدا کی خوشنودی کی خاطر) ملاقات کرے تو ستر ہزار فرشتے اسے کہتے ہیں: طبت و طابت لك الجنة۔ تو پاک ہے اور تجھے جنّت گوارا اور مبارک ہو۔ (اصول کافی)

☆ جابر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جناب جبرئیلؑ نے مجھ سے بیان کیا کہ خداوند عالم نے ایک فرشتہ زمین پر اتارا اور وہ چلتے چلتے ایک دروازہ پر پہنچا جہاں ایک شخص ایک شخص کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا، فرشتہ نے اس سے پوچھا تیرا اس گھر والے سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا یہاں میرا ایک برادر مومن رہتا ہے خدا کی خوشنودی کی خاطر اس سے ملنے اور ملاقات کرنے کے لیے آیا ہوں۔ فرشتے نے پھر پوچھا تو محض اسی لیے یہاں [illegible] اس نے کہا ہاں۔ محض اسی لیے آیا ہوں۔ تب فرشتے نے اس سے کہا کہ میں تیرے پروردگار کا پیغامبر ہوں، اللہ تعالیٰ تجھے سلام بھی کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے تیرے لیے جنّت واجب قرار دے دی ہے۔ مزید برآں اس فرشتہ نے کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی زیارت کرتا ہے وہ اس کی زیارت نہیں کرتا بلکہ میری زیارت کرتا ہے اور اس کے ثواب میں

باقی صفحہ ۳۹ پر

MUBAHILATV.COM

باب المسائل

مختلف دینی و مذہبی سوالات کے جوابات

مطابق فتویٰ: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی

سوال نمبر ۱: اصول کافی میں امام معصومؑ نے نبی، رسول اور امام کا فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ نبی فرشتوں کو خواب میں دیکھتا ہے، رسول انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور کلام کرتا ہے، مگر امام فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتا۔ مگر اسے الہام ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ امام کا رتبہ و مرتبہ سوائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر نبی سے اونچا ہے تو اللہ تعالیٰ نے معصومین کے سامنے فرشتوں کو ظاہر کیوں نہ کیا۔

جواب، باسمہ سبحانہ: فرشتہ کو دیکھنا یا نہ دیکھنا معیارِ فضیلت نہیں ہے۔ جبکہ ایک نبی کا مقام فرشتہ سے بلند و بالا ہے۔ جبکہ معیار فضیلت علم و عمل، ایمان و تقویٰ اور قوت و طاقت ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم، حدیث صحیح اور عقل سلیم سے ثابت ہے۔ اصول کافی کی اس حدیث میں من جملہ دیگر فروق کے ایک فرق یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی و رسول پر وحی نازل ہوتی ہے جو فرشتہ لے کر آتا ہے اور امام پر وحی نازل نہیں ہوتی، اسے الہام ہوتا ہے جو خداوند عالم براہِ راست امام کے دل و دماغ میں کرتا ہے۔ اور نبی و رسول میں ایک فرق یہ ہے کہ نبی بوقت وحی فرشتہ کو دیکھتا نہیں ہے اس کا کلام سنتا ہے اور رسول بوقت وحی فرشتہ کو دیکھتا بھی ہے۔

سوال نمبر ۲: امام معصومؑ کا کام ہمیں قرآن کے صحیح مفہوم (تفسیر) سے آشنا کرانا ہے تو پھر کسی امامؑ نے مکمل تفسیر قرآن مرتب کر کے عام عوام کے لیے مہیا کیوں نہ کی، جس کا ہر حرف امامؑ کا حرف ہوتا۔ امام حسن عسکریؑ کی تفسیر کا ذکر ملتا ہے مگر متعدد علماء کرام نے اسے مستند قرار نہیں دیا۔ برائے مہربانی وضاحت کریں۔

جواب، باسمہ سبحانہ: اس سوال کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی ہے جو یہ ہے کہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ نبی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اولین فرض یہ ہے کہ لوگوں کو قرآن مجید کے صحیح مفہوم و مطلب کو سمجھائیں، جیسا کہ دوسری آیات کے علاوہ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے۔ ارشادِ قدرت ہے:

وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانزل الیھم (القرآن)

ہم نے آپ پر قرآن اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو واضح طور پر بتائیں کہ کیا نازل کیا گیا ہے۔ تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں تفسیر قرآن نہیں لکھی؟ صرف زبانی وکلام پر کیوں اکتفا فرمایا؟ تو جو جواب اس سوال کا دیا جائے گا وہی جواب امام معصوم کے تفسیر قرآن کے نہ لکھنے کا سمجھا جائے گا۔

اور دوسرا جواب حلی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر امام

MUBAHILATV.COM

معصومؑ کو فرصت مل جاتی اور حالت ساز گار ہوتے تو امام معصومؑ جو تفسیر قرآن لکھتے وہ چند جلدوں تک محدود نہ ہوتی، بلکہ علم و معرفت کے سمندر جاری کر دیتے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

لو شئت لا و قرت سبعین بعیرا من تفسیر فاتحۃ الکتاب (المیزان الکبریٰ مطبوعہ مصر)

میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر کر کے ستر اونٹوں کا بوجھ بنا سکتا ہوں۔

اس لیے امام معصومؑ نے تفسیر قرآن نہیں لکھی بلکہ زبانی و کلامی بیان پر اکتفا فرمائی۔

سوال نمبر ۳: بعض علمائے کرام کا کہنا ہے کہ شام و کوفہ کا ملا کر بی بی زینبؑ کی قید کا کل دورانیہ صرف چالیس دن ہے۔ اگر ایسا صحیح مانا جائے تو اس قافلے نے چالیس دن میں اتنا سفر کیسے طے کر لیا؟

بعض علماء نے اربعین کے موقع پر جابر انصاریؓ اور بیبیوں کا کربلا میں حضرت امام حسینؑ کی قبر مبارک پر ملنا مستند قرار نہیں دیا، اور فرمایا ہے کہ وہ شام سے سیدھا مدینہ گئے، نہ کہ کربلا۔ وضاحت فرمائیے۔

جواب، باسمہ سبحانہ: اس سلسلہ میں میری مفصل کی کتاب "سعادۃ الدارین فی مقتل الحسینؑ" کا مطالعہ کیا جائے۔ جس میں میں نے ناقابلِ انکار تاریخی دلائل اور حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ سنہ ۶۱ھ عشرہ محرم کے بعد پہلی اربعین پر قید شام سے آزاد ہو کر براستہ کربلا معلیٰ آل رسولؐ کے قافلہ کی مدینہ کی طرف روانگی ہوئی تھی اور کربلا معلیٰ میں جناب جابر بن عبداللہ انصاری سے ملاقات ہوئی تھی۔ امید ہے کہ آپ کی تسلی ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

سوال نمبر ۴: ہماری مستند روایات میں یہ بات ثابت ہے کہ ام کلثوم بنت ابی بکر جو کہ جناب امیرالمومنینؑ کی زیر سرپرستی تھی کا نکاح خلیفہ دوم سے ہوا، حالات کی نزاکت سمجھا جائے، پھر بھی جناب شیر خداؑ نے بی بی فاطمہؑ کے حق کو چھیننے والوں کو اپنی سرپرستی میں موجود بیٹی کیوں دے دی؟ برائے کرم مہربانی فرمائیے۔

جواب، باسمہ سبحانہ: جس بالغہ و عاقلہ لڑکی کا ولی شرعی یعنی باپ دادا فوت ہو چکا ہو، ہاں البتہ اس کی والدہ زندہ ہو اور عقد ثانی کر چکی ہو اور یہ لڑکی اس کی زیر کفالت ہو جب کہ ام کلثوم بنت ابوبکر کے حالات و واقعات سے واضح ہوتا ہے۔ تو وہ آزاد ہے جس سے چاہے عقد نکاح کر سکتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اسے چاہیے کہ عقد سے پہلے اپنی والدہ کو اعتماد میں لے لے۔ بھلا اس میں جناب امیرالمومنین کا کیا دخل رہا ہے۔

سوال نمبر ۵: اصول کافی میں روایت ہے کہ امام علیؑ حضرت امام حسنؑ کے کثرت نکاح و طلاق سے پریشان رہتے تھے، بحار الانوار میں ابوالحسن مدائنی سے روایت بھی ہے کہ امام حسن کثرت سے نکاح کیا کرتے تھے۔ ہم جانتے ہیں کہ امام حسنؑ کی کردار کشی کی جاتی رہی ہے مگر ایسی روایت کو اصول کافی میں کیوں نقل کیا گیا؟

جواب، باسمہ سبحانہ: میں نے بحمداللہ تجلیات صداقت میں دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ امام

MOBAHILATV.COM

حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے بکثرت نکاح کرنے اور طلاق دین کی افسانہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ صرف بنی امیہ کا پروپیگنڈا ہے، جو آل محمدؐ کو بدنام کرنے کے لیے کیا گیا۔ ع

اب راز نہیں کوئی راز رہا، سب اہلِ گلستاں جان گئے

سوال نمبر۶: سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۰۱: تفسیر برہان میں اس آیت کی رو سے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ رسول پاک ﷺ نماز میں شہادت ولایت امیرالمومنین دیتے تھے۔ برائے مہربانی وضاحت فرمائیے کہ اگر یہ سنت رسول ہے تو پھر...... نماز کیوں نہ ہوئی؟ حالانکہ شہادت ثالثہ بدعت ہے۔ پھر اسے تفسیر برہان میں نقل کیسے کیا گیا؟

جواب، باسمہ سبحانہ: تفسیر برہان یا کسی اور تفسیر میں حضرت رسول خدا ﷺ کا یا ائمہ ہدیٰ علیہم السلام میں سے کسی امام کا نماز کے تشہد میں شہادت ثالثہ پڑھنے کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ یہ حوالہ بالکل غلط ہے۔ باقی اس آیت مبارکہ کی تفسیر تو اس کے لیے ہماری تفسیر فیضان الرحمٰن فی تفسیر القرآن کا مطالعہ کیا جائے۔ ان شاء اللہ

سوال نمبر۷: قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے بی بی مریمؑ کو پیدائش حضرت عیسیٰؑ کے وقت یہ کہہ کر مسجد اقصیٰ سے نکالا کہ یہ اللہ کا گھر ہے بچہ پیدا ہونے کی جگہ نہیں۔ تو جب حضرت علیؑ کی پیدائش کا وقت آیا تو اللہ نے جناب فاطمہ کو وارد کعبہ کیا۔ اکثر نصیری علماء اس دلیل کو لے کر کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت علیؑ کا شمار مخلوق میں نہیں (معاذاللہ) تو اللہ نے ان کی پیدائش کعبہ میں ہونے دی، برائے مہربانی اس پر روشنی ڈالیں۔

جواب، باسمہ سبحانہ: یہ بات جو سوال میں بیان کی گئی ہے یہ حضرت علی علیہ السلام کی جناب عیسیٰ علیہ السلام سے افضلیت کی دلیل تو ہو سکتی ہے (جیسا کہ حضرت علیؑ نے خود اس بات کا تذکرہ اپنی افضلیت میں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو علامہ سید نعمت اللہ جزائری کی انوار نعمانیہ) لیکن ان کے خدا ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا کی ذات ولادت سے منزہ ہے۔ اور نہ ان کے غیر مخلوق ہونے کی دلیل بن سکتی ہے۔ کیونکہ جس کی ولادت ہوتی ہے (جہاں بھی ہو) وہ مخلوق ہی ہوتا ہے۔ اور یہ بات عیاں راچہ بیاں کی مصداق ہے۔

سوال نمبر۸: اللہ تعالیٰ کے عدل کا تقاضا یہ ہے کہ وہ سب کو مُسلمان پیدا کرتا ہے، مگر پالنے والے اسے اپنے جیسا بنا دیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص افریقہ کے ایک غریب ملک میں عیسائی خاندان میں پیدا ہو، زندگی بھر غربت میں رہے جس کی وجہ سے نہ توحید جان سکے نہ اسلام۔ اسی طرح مر جائے تو اس کا حساب کیسے ہوگا؟ برائے مہربانی روشنی ڈالیں۔

جواب، باسمہ سبحانہ: چونکہ اللہ تعالیٰ عادل ہے تو اس کے عدل کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے بندہ کو معذب نہیں کرے گا۔ اگر پاس ہو گیا تو اسے داخل جنّت کیا جائے گا۔ اور ناکامی کی صورت میں جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے۔ تفصیل کے لیے ہماری کتاب احسن الفوائد کا مطالعہ کیا جائے۔

سوال نمبر۹: حدیث کساء کی روایت میں بتایا جاتا

MUBAHILATV.COM

باقی صفحہ ۳۹ پر

باب المتفرقات

دہشت گردی اور اس کا سدِ باب

تحقیق: غلام محمد جعفری

دہشت گردی کیا ہے

زمانہ قدیم سے آج تک دہشت گردی کی کوئی مُتّفقہ علمی تعریف سامنے نہیں آسکی۔ ہر ایک کی نظر میں اس کی مختلف تشریح ہوسکتی ہے۔ دہشت گردی کی کوئی ایسی تعریف کرنا اگر ناممکن نہیں تو کم از کم مُشکل ضرور ہے۔

اس لفظ کی لغوی تشریح یوں ہوسکتی ہے کہ:

''خوف و ہراس پیدا کرکے اپنے مقاصد کے حصول کی خاطر ایسا طریقہ کار یا حکمت عملی اختیار کرنا جس سے قصوروار اور بے قصور کی تمیز کے بغیر (عام شہریوں سمیت) ہر ممکنہ ہدف کو نشانہ بناتے ہوئے، وسیع پیمانے پر (جسمانی و نفسیاتی) دہشت اور رعب و اضطراب پھیلایا جائے۔''

میرے خیال میں جب کوئی فرد، گروہ، ادارہ یا حکومت دوسروں کے بنیادی حقوق کا احترام کیے بغیر زبردستی مُسلّط کرے اور بے جرم وخطاء کسی انسان کو قتل کرے، ظلم ڈھائے، خوف و ہراس پھیلائے اور نہتے لوگوں پر حملہ کرے تو اسی کا نام دہشت گردی ہے۔

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں دہشت گردی کی تعریف یوں کی گئی ہے:

دہشت گردی کسی سیاسی مقصد کے حصول کے لیے حکومت، عوام، یا کسی فرد کے خلاف مُنظّم طور پر خوف و ہراس یا ناقابلِ تصدیق تشدد کا نام ہے۔

نام سے ہی ظاہر ہے کہ دہشت گردی کا مطلب ڈرانا، دھمکانا، اور خوفزدہ کرنا ہے۔ دہشت گردی کا مفہوم بہت وسیع ہے اور یہ اس وقت جنم لیتی ہے جب صبروتحمل اور برداشت کے جذبات اور احساسات ناپید ہوجائیں۔ عملی شکل میں یہ ذہنی بھی ہوتی ہے، اور جسمانی بھی۔ دہشت گردی عالمی بھی ہوتی ہے اور مقامی بھی۔

اس میں ایک فرد بھی ملوث ہوسکتا ہے اور سینکڑوں لوگوں پر مشتمل گروہ بھی۔ جب ایک معاشرے کا طاقتور طبقہ یا گروہ جو مذہبی بھی ہوسکتا ہے، لسانی بھی، ایک دوسرے کو زیر کرنے کے لیے دہشت گردی کا ہتھکنڈا استعمال کرتا ہے تو اسے مقامی دہشت گردی کہتے ہیں۔ ایک ملک کی دوسرے کے خلاف جارحیت کو بھی دہشت گردی سے گردانا جاسکتا ہے۔ اسی طرح بعض طاقتور ممالک جب کمزور اور ترقی پذیر ممالک کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کرتے ہیں تو اس عالمی دہشت گردی قرار دیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک مذہبی دہشت گردی کا تعلّق ہے تو دنیا کے کسی بھی مذہب میں

MUBAHILATV.COM

دہشت گردی کی کوئی گنجائش نہیں۔ خاص طور پر اسلام میں تو یہاں تک کہا گیا ہے کہ جس نے ایک شخص کی جان لی گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کر ڈالا۔ اسلام تو برداشت اور تحمل کے اظہار کا دوسرا نام ہے۔ اور جہاں تک عالمی دہشت گردی کا سوال ہے تو اس سلسلے میں مغربی طاقتوں اور امریکہ کی جانب سے مُسلمانوں کو شدید خطرات لاحق ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ عالمی سطح پر دہشت گردی کے فروغ کا سب سے بڑا محرک سیاسی ناانصافی ہے۔ فلسطین اور کشمیر کے علاوہ عراق اور افغانستان پر امریکی قبضہ نے مُسلمانوں میں امریکہ اور یورپ کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کیے اور پھر پچھلی صدی میں برطانیہ نے ناانصافی سے کام لیتے ہوئے فلسطین اور کشمیر کے مسائل کھڑے کر کے دنیا کے امن وامان کو تہ وبالا کر دیا۔

عصر حاضر میں تمام اقوام بالاخص مُسلمان کئی قسم کی دہشت گردی کا شکار ہیں۔ جس میں مُسلّح دہشت گردی، سیاسی دہشت گردی، معاشی دہشت گردی، نظریاتی و فکری دہشت گردی نمایاں ہیں۔ دہشت گردی کی ہر قسم کی نہ صرف بیخ کنی کرنا ہوگی بلکہ ان اسباب و ذرائع کا بھی خاتمہ کرنا ہوگا جو ان دہشت گردیوں کو پروان چڑھاتے ہیں۔

قرآن مجید جس عہد اور جس معاشرے میں نازل ہوا اس کا سب سے تکلیف دہ پہلو دہشت گردی، لوٹ مار اور قتل و غارت گری تھی۔ دہشت گردی، لوٹ مار اور لاقانونیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ جزیرۃ العرب میں باضابطہ کسی حکومت کا وجود نہیں تھا۔ ایسے ماحول میں اللہ کی آخری کتاب قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہوا، اس کی پہلی آیت میں علم اور قلم کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا، اور یہ بھی بتایا گیا کہ تمام انسانوں کا مادۂ تخلیق ایک ہی ہے۔ علم انسان کو قانون کا پابند بناتا ہے۔ جہاں لوٹ مار قتل و غارت اور دہشت گردی نے قانون کا درجہ حاصل کر لیا تھا، اسلام نے اس کو امن و سلامتی سے ہمکنار کیا۔

عربی زبان میں دہشت گردی کو "ارہاب" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن نے ہر مُسلمان کو یقیناً اس بات کی تعلیم دی ہے کہ ان کے پاس ایسی طاقت موجود رہنی چاہیے کہ ان کے دشمنوں کو ظلم و جور کے ارتکاب کی ہمت نہ ہو، اور وہ مرعوب رہیں۔ اس کو قرآن نے "قوت مرہبہ" سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"ان کے لیے جس قدر ممکن ہو طاقت اور گھوڑے تیار کر کے رکھو، تاکہ تم اس کے ذریعے اللہ اور اپنے دشمن اور دوسے لوگ جنھیں تم نہیں جانتے، لیکن اللہ انھیں جانتا ہے، مرعوب رکھ سکو"

قرآن کے اس بیان سے واضح ہے کہ طاقت دشمنوں کو مرعوب رکھنے اور ان کو ظلم و جور سے باز رکھنے کے لیے ہے نہ کہ بےقصور لوگوں کو نشانہ بنانے اور تباہی و بربادی پھیلانے کے لیے۔

اور جو لوگ مُسلمانوں سے برسرپیکار نہ ہوں اور جن لوگوں نے ان کو گھر سے بے گھر اور شہر سے شہربدر

MUBAHILATV.COM

نہیں کیا، قرآن ان کے ساتھ حُسنِ سلوک اور عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔ دہشت گردی میں اس بات پر توجہ نہیں دی جاتی کہ اصل ظالم کون ہے؟ بلکہ جو ہاتھ آجائے اسے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اسلام نے اس کو قطعاً غیر اصولی اور غیر انسانی حرکت قرار دیا ہے۔ قرآن نے قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ ایک شخص کی غلطی کا بوجھ اور اس کی ذمہ داری دوسرے پر نہیں ڈالی جاسکتی۔

انسان جب غور کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی معاشرہ میں دہشت گردی کے پنپنے کے اسباب میں ایک سبب ظلم و ناانصافی ہے۔ مظلوم اگر ظالم کا مقابلہ نہ کر سکے اور انصاف کے حصول سے محروم رہے تو اس میں انتقامی جذبات پیدا ہوتے ہیں اور جب وہ دیکھتا ہے کہ قانونی راستے بند ہیں تو غیر قانونی راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ اس لیے دہشت گردی کو روکنے کا سب سے مؤثر طریقہ یہ ہے کہ معاشرہ میں ظلم و جور کا دروازہ بند کیا جائے اور دل و انصاف کو پوری طرح غیر جانبداری کے ساتھ نافذ کیا جائے تاکہ دہشت گردی پر آمادہ کرنے والے عوامل باقی نہ رہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے۔

قرآن نے تاکید کی ہے کہ کسی قوم سے عداوت تم کو اس کے ساتھ ظلم و ناانصافی پر کمر بستہ نہ کر دے، اور جادۂ عدل سے ہٹا نہ پائے۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا

قرآن نے ان اسباب کو بھی روکنے کی کوشش کی ہے جو دہشت گردی کا موجب بنتے ہیں۔ زیادہ تر دہشت گردی کا سبب یہ بات ہوتی ہے کہ لوگ دوسروں کو جبراً اپنے مذہب و عقیدہ کا تابع بنانا چاہتے ہیں۔ قرآن نے صاف اعلان کر دیا ہے کہ دین کے معاملہ میں جبر و اکراہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ

اور دوسروں کے مذہبی مُقتدا اور پیشواؤں کو برا بھلا کہنے سے بھی سختی کے ساتھ منع کیا ہے، چونکہ اس سے جذبات مشتعل ہوتے ہیں۔

اس وقت عالمِ اسلام اور مُسلمانوں کے خلاف نہایت شدت کے ساتھ دہشت گرد ہونے کا پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے، حالانکہ خود مُسلمان ملکی اور عالمی دہشت گردی کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ مُسلمان اگر اپنے ممالک میں اپنی مرضی سے اسلامی نظامِ حیات کو نافذ کرنا چاہتے ہیں تو اس کو شدت پسندی کا نام دے کر مداخلت کی راہ ہموار کی جاتی ہے۔

اسلام میں لوٹ مار، قتل و غارت گری اور دہشت گردی کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ قتل و غارت گری اور دہشت گردی کے سدِباب پر زور دیا گیا ہے۔ ہاں یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ اسلامی معاشرے میں لوٹ مار، قتل و غارت گری اور دہشت گردی کا آغاز عہد رسالت مآب ﷺ میں گستاخیِ رسول ﷺ سے ہوا تھا۔ یعنی دوسرے الفاظ میں قرآنی معاشرے میں قتل و دہشت گردی کا آغاز فتنہ خوارج سے ہوا۔

قرآنی معاشرے میں دہشت گردی اور قتل عام کے ذمہ دار بھی یہی لوگ ہیں، آج بھی اسلامی ممالک میں لوٹ مار، قتل و غارت گری اور دہشت گردی جیسے

MUBAHILATV.COM

جرائم میں ملوث افراد بھی خارجی ذہنیت رکھنے والے اور انہی کے پیروکار ہیں۔

قرآن کا بغور مطالعہ کیا جائے تو کئی مقامات پر ان خوارج کی علامات و بدعات، فتنہ پرور روش، سازشی کارروائیوں اور مسلح بغاوت کے بارے میں واضح ارشادات ملتے ہیں۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ

ترجمہ: وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے، اس (قرآن) میں سے صرف متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں جو حدیث بیان کی، اس میں فرمان رسول ﷺ کے مطابق اہلِ زیغ سے مراد ''خوارج'' ہیں۔

یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ

ترجمہ: جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی سیاہ، تو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ تو جو کفر تم کرتے رہے تھے سو اس کے عذاب کا مزہ چکھ لو۔

امام ابن ابی حاتم، حافظ ابن کثیر، امام سیوطی وغیرہ نے سیاہ چہرے والوں اور ایمان کے بعد کفر کرنے والے (مرتدین) سے مراد فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق ''خوارج'' لیا ہے۔

وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ

ترجمہ: اور زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں، انہی لوگوں کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا ٹھکانا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، فساد انگیزی کرنے والوں سے مراد الحروریہ (خوارج) ہیں۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہے جو زمین میں فساد انگیزی کرتے ہیں لعنت انہی لوگوں کے لیے ہے۔ جو زمین میں (یعنی مسلمانوں میں خونریزی، رہزنی و ڈاکازنی وغیرہ سے) فساد انگیزی کرتے ہیں ان کی سزا کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں (یعنی مسلمانوں میں خونریزی، رہزنی، و ڈاکازنی وغیرہ سے) فساد انگیزی کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی چڑھا دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں، یا وطن کی زمین سے دور ملک بدر یا قید کر دیے جائیں۔ یہ (سزا تو) ان کے لیے دنیا میں ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔

امام طبری اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس ؓ سے نقل کرتے ہیں:

جس نے مسلم آبادی پر ہتھیار اٹھائے اور راستے

MUBAHILATV.COM

کو اپنی دہشت گردی کے ذریعے غیر محفوظ بنایا اور اس پر کنٹرول حاصل کر کے لوگوں کا پر امن طور پر گزر نا دشوار بنا دیا تو مسلمان حاکم کو اختیار ہے چاہے تو ایسے فساد انگیزوں کو قتل کرے، چاہے پھانسی دے، یا چاہے تو حسبِ قانون ہاتھ پاؤں کاٹ کر کوئی اذیت ناک سزا دے۔

پس اس قرآنی آیت کے مطابق اسلامی معاشرے میں لوٹ مار، قتل و غارت گری اور دہشت گردی کے سد باب اور روک تھام کے لیے مفسدین کے قتل، پھانسی، حسب قانون ہاتھ پاؤں کاٹنے سے بھی گریز نہ کیا جائے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ذوالخویصرہ تمیمی نامی گستاخ شخص کی گستاخی بھی دراصل اس بدترین فتنے کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

عن ابی سعید الخدری قال بینا النبی ﷺ یقسم ذات یوم قسما فقال ذو الخویصرہ رجل من بنی تمیم یا رسول اللہ اعدل قال و یلك من یعدل اذا لم اعدل

یعنی حضرت ابو سعدی خدریؓ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ مالِ (غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے تو ذوالخویصرہ نامی شخص جو کہ بنی تمیم سے تھا، نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ انصاف کیجیے۔ آپ نے فرمایا: تو ہلاک ہو، اگر میں انصاف نہ کروں تو اور کون انصاف کرے گا؟

حضرت عمرؓ نے عرض کیا: مجھے اجازت دیں کہ اس کی گردن اڑا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، کیونکہ اس کے ساتھی بھی ہیں کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے، اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو حقیر جانو گے، وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے۔ پھر اس کے پیکان پر کچھ نظر نہیں آتا۔ اس کے پٹھے پر بھی کچھ نظر نہیں آتا، اس کی لکڑی پر بھی کچھ نظر نہیں آتا، اور نہ اس کے پروں پر کچھ نظر آتا ہے۔ وہ گوبر اور خون کو بھی چھوڑ کر نکل جاتا ہے۔ وہ لوگوں میں فرقہ بندی کے وقت (اسے ہوا دینے کے لیے) نکلیں گے، ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک آدمی کا ہاتھ عورت کے پستان یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہلتا ہوگا۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث پاک حضور نبی اکرم ﷺ سے سنی ہے اور میں (یہ بھی) گواہی دیتا ہوں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، جب ان لوگوں سے جنگ کی گئی، اس شخص کو مقتولین میں تلاش کیا گیا تو اس وصف کا ایک آدمی مل گیا جو حضور نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اسی ذوالخویصرہ تمیمی کا ہم خیال گروہ بعد میں خوارج کی صورت میں ظاہر ہوا۔

امام بدر الدین العینی نے عمدۃ القاری ۱۵: ۶۲ میں یہی مفہوم بیان کیا۔ بعد ازاں عہد عثمانی میں خوارج زیادہ کھل کر سامنے آئے اور عہد علوی میں باقاعدہ خوارج کی تحریک کا آغاز ہو گیا، اور پھر قرآنی معاشرے میں دہشت گردی، لوٹ مار اور قتل عام کا بازار گرم کیا گیا۔ دوسری طرف اسلام تو دنیا کے کسی بھی انسانی معاشرے میں بھی دہشت گردی، لوٹ مار، اور قتل و غارت گری کی ہر گز

MUBAHILATV.COM

اجازت نہیں دیتا۔ اسلام تو یہ ہے کہ خود قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِکَ کَتَبۡنَا عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَنَّہٗ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَیۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِی الۡاَرۡضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیۡعًا ؕ وَ مَنۡ اَحۡیَاہَا فَکَاَنَّمَاۤ اَحۡیَا النَّاسَ جَمِیۡعًا

ترجمہ: اسی وجہ سے بنی اسرائیل کو یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے جب کہ یہ قتل نہ کسی اور جان کا بدلہ لینے کے لیے ہو اور نہ کسی کے زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے ہو تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی کی جان بچالے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ کیونکہ کوئی شخص قتل ناحق کا ارتکاب اسی وقت کرتا ہے جب اس کے دل سے انسان کی حرمت کا احساس مٹ جائے۔ نیز اگر کسی کو ناحق قتل کرنے کا چلن عام ہو جائے تو تمام انسان غیر محفوظ ہو جائیں گے۔ لہٰذا قتل ناحق کا ارتکاب چاہے کسی کے خلاف کیا گیا ہو، تمام انسانوں کو محسوس کرنا چاہیے کہ یہ جرم ہم سب کے خلاف کیا گیا ہے۔

حمران کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول (مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِکَ کَتَبۡنَا...... قَتَلَ النَّاسَ جَمِیۡعًا) کے بارے میں سوال کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اسے جہنم کے ایسے مقام میں رکھا جائے گا جہاں جہنمیوں کے عذاب کی آخری حد ہوگی۔ گویا اگر وہ ساری انسانیت ہی کو قتل کر ڈالے گا تو بھی اسی جگہ اسے عذاب ملے گا۔

میں نے عرض کیا: اگر ایک اور انسان کو قتل کر ڈالے تو پھر؟

آپ نے فرمایا: اسے اس کا دوگنا عذاب ملے گا۔

قتل کی حرمت کے متعلق ایک اور جگہ فرمان الٰہی ہے:

وَ لَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ

ترجمہ: جس جان کو اللہ نے حرمت عطا کی ہے اسے قتل نہ کرو۔

اسی طرح سورۃ الفرقان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ لَا یَقۡتُلُوۡنَ النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالۡحَقِّ

ترجمہ: اور نہ (ہی) کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جسے بغیر حق مارنا اللہ نے حرام فرمایا ہے۔

ان آیتوں میں صرف مسلمانوں کے قتل کی ممانعت نہیں بلکہ ہر اس شخص کے قتل کی ممانعت ہے جس کی جان کو اللہ تعالیٰ نے حرمت بخشی ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے عظیم خطبہ میں اس بات پر بھی زور دیا کہ کسی کا خون نہ بہایا جائے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

"تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے کے لیے ایسی ہی حرمت رکھتی ہیں جیسے تمہارے اس مہینے (ذی الحجہ) میں تمہارے اس شہر (مکہ مکرمہ) اور تمہارے اس دن کی حرمت ہے یعنی کسی شخص کو ناحق قتل کرنا کافروں اور گمراہوں کا کام ہے۔ نیز ایک دوسرے کو کافر یا گمراہ کہہ کر قتل نہ کرنا۔

(باقی آئندہ ان شاء اللہ)

(بشکریہ سہ ماہی "نورِ معرفت" جولائی تا دسمبر ۲۰۱۶ء)

MUBAHILATV.COM

باب المتفرقات

حیات حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام

تحریر: حجۃ الاسلام علامہ سید ذیشان حیدر جوادی مرحوم

۳۰ عام الفیل جب سرکار دو عالم ﷺ کی عمر مقدس ۳۰ سال کے قریب تھی اور اعلانِ رسالت کے لمحات قریب تر ہوتے جا رہے تھے، اسلام کو ایک عظیم مددگار اور رسولِ اکرمؐ کو دعوتِ دین کے لیے ایک بےنظیر موید کی ضرورت تھی۔ رب العالمین نے جناب ابوطالبؑ کو ایک اور فرزند عنایت فرمایا۔ جس کی ولادت کا انداز تمام دوسری اولاد سے بالکل مختلف تھا۔ اب تک تمام فرزند اپنے گھر میں پیدا ہو رہے تھے، یہاں تک کہ خود سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت بھی شعب ابی طالب میں ہوئی تھی لیکن جب اس فرزند کی ولادت کا وقت قریب آیا تو جناب فاطمہ بنت اسد نے محلّہ یا خاندان کی عورتوں کو مدد کے لیے طلب کرنے کے بجائے خود خانہ خدا کا رخ کیا اور بروایت یزید بن قعنب اپنے شکم اقدس کو دیوارِ کعبہ سے مس کر کے دعا کی کہ "خدایا! میں تجھ پر، تیرے رسولوں پر اور تیری کتابوں پر ایمان رکھتی ہوں۔ میں اپنے جد ابراہیم خلیلؑ کی تصدیق کرنے والی ہوں۔ تجھے اس گھر، اس کا بانی اور اس مولود کا واسطہ جو میرے شکم میں ہے میری اس مشکل کو آسان کر دے"۔ جس کے بعد دیوار کعبہ شگافتہ ہوگئی اور جناب فاطمہ بنت اسد خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوگئیں اور جناب ابوطالبؑ کے اس عظیم فرزند کی ولادت ہوئی۔ جناب فاطمہ تین دن خانہ کعبہ میں مقیم رہیں اور آ کر میں باہر آئیں تو رسول اکرم ﷺ استقبال کے لیے آئے اور بچہ کو گود میں لیا تو بچہ نے آنکھیں کھول دیں۔ فرمایا کہ تو نے اپنی نگاہوں کے لیے میرا انتخاب کیا ہے اور میں نے اپنے علم کے لیے تیرا انتخاب کیا ہے۔ اس طرح بنت اسد کے ایمان، ابوطالب کے شرف، فرزند کے کمالات اور نبوت کے اعزاز کا مکمل اعلان ہوگیا۔

ابتدائی طور پر ماں نے حیدر نام پسند کیا، باپ نے اسد قرار دیا، اور اہلِ خاندان نے زید نام رکھنا چاہا، لیکن ابوطالب کی دعا پر آسمان سے ایک تختی نازل ہوئی جس پر مرقوم تھا کہ: "اس کا نام نام خدا پر علیؑ رکھو، تا کہ نام خدا کی برکت سے اس کی بلندی برقرار رہے اور اس کی بقا سے نام خدا کی بقا وابستہ رہے"۔

آپ کے القاب بے شمار ہیں جن میں عالم اسلام کا پسندیدہ ترین لقب "کرم اللہ وجہہ" ہے، جو اس امر کی علامت ہے کہ عالم اسلام میں آپ کی تنہا ذات گرامی ہے جس نے بتوں کے آگے سجدہ نہیں کیا، خود مالائے کائنات کا محبوب ترین لقب "ابوتراب" تھا، جس سے آپ کی عظمت اور خاکساری دونوں کا اظہار ہوتا تھا۔

تربیت کا کام خانہ کعبہ ہی سے رسولِ اکرم ﷺ نے

MUBAHILATV.COM

سنبھال لیا تھا، اور وہی خانہ خدا سے آ کر لے گئے تھے جبکہ بظاہر ابوطالب کو خبر بھی نہیں تھی۔ اس کے بعد آپ نے مسلسل اپنے ساتھ رکھا، اور اپنے کمالات کا مخزن و مصدر قرار دیتے رہے، یہاں تک کہ اپنے کو شہر علم اور علیؑ کو اس کا دروازہ قرار دیدیا۔ معنوی رشتہ کے علاوہ بھی ابوطالب کے قلیل المال اور کثیر العیال ہونے کی بنا پر جب ان کی اولاد کی کفالت کا کام تقسیم کیا گیا تو آپ نے علیؑ کو اپنے حصّہ میں لے لیا اور اس طرح شب و روز اپنے ساتھ رکھا اور کبھی "زقنی رسول اللہ زقا" کا مرقع پیش کیا اور کبھی "کنت اتبعہ اتباع الفصیل لامہ" کا منظر نمایاں کیا۔

رسولِ اکرم ﷺ کے زیر سایہ دس سال گزر گئے تو وحی الٰہی نے بعثت کا اعلان کرایا، اور اب رسول اکرم ﷺ کو واقعاً ایک مددگار کی ضرورت پیش آئی۔ ادھر جناب ابوطالبؑ نے اپنی اولاد جعفر اور علیؑ دونوں کو یہ تاکید کر رکھی تھی کہ منزل عبادت میں بھی اپنے ابن عم کا ساتھ نہ چھوڑیں اور دونوں فرزند برابر باپ کی نصیحت پر عمل کرتے رہے۔

تین سال کی خُفیہ تبلیغ کے بعد جب اہل عشیرہ و قبیلہ کو دعوت دینے کا حکم آیا تو رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ کو ہی حکم دیا کہ دعوت کا انتظام کریں اور قبیلہ والوں کو مدعو کریں۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے اس فرض کا انجام دیا اور چالیس افراد کو مدعو کر لیا۔ کھانے کے بعد جب پیغام پیش کرنے کا وقت آیا تو ابوجہل نے جادوگری کا شاخسانہ چھیڑ دیا اور بھاگنے لگے۔ آپ نے دوسرے دن کے لیے پھر مدعو کر دیا، اور آخر کار اپنا اعلام پیش کر دیا جس کے لیے ناصر و مددگار کا مطالبہ بھی کیا اور وصایت و وزارت کا وعدہ بھی کیا لیکن کسی نے بھی ساتھ نہ دیا، صرف حضرتؑ نے تائید و تصدیق کا اعلان کیا جس پر آپ نے ان کی وصایت و وزارت و خلافت کا پہلا اعلان کر دیا، اور ابوطالبؑ کو ان کے احسانات کا پہلا صلہ مل گیا۔

واضح رہے کہ اس دعوت اول میں نہ اسلام کے مشہور و معروف افراد دعوت دینے والوں میں تھے اور نہ شرکت کرنے والوں میں اور نہ تائید و تصدیق کرنے والوں میں۔ یہ تو تاریخ کی کرامت ہے کہ جن کا کہیں وجود نہ تھا، وہ ذمہ داری اسلام میں اول ہو گئے اور جس نے سب سے پہلے اس بوجھ کو سنبھالا تھا اسے آخر بنا دیا گیا، اور آخر بھی صحیح معنوں میں نہیں تسلیم کیا گیا۔

اس کے بعد عمومی دعوت کا مرحلہ سامنے آیا تو علیؑ حسب وعدہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ رہے، یہاں تک کہ شعب ابی طالب کی سہ سالہ زندگی میں ابوطالبؑ کا مستقل طریقہ یہ رہا کہ رات کے وقت رسولؐ کو ہٹا کر ان کی جگہ پر علیؑ کو سلا دیتے تھے، تاکہ شب کے وقت حملہ ہو جائے تو میرا بیٹا قربان ہو جائے لیکن رسولِ اکرم ﷺ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اور اس طرح فداکاری اور جاں نثاری علیؑ کی زندگی کا امتیاز بن گئی اور قدرت نے ابوطالب کی وفات کے بعد بھی شب ہجرت تک اسی انداز قربانی کو برقرار رکھا اور اپنے رسول کو اسی انداز سے بچایا جس کی طرح روز اول ابوطالب نے ڈالی تھی اور جو طریقہ تاریخ میں ابوطالبؑ کے اولیات میں شامل تھا۔

شعب ابی طالب کی تین سالہ مسلسل زحمتوں کے

MUBAHILATV.COM

نتیجہ میں ۱۰ بعثت میں ابوطالب نے انتقال فرمایا، جن کے انتقال پر رسولِ اکرمؐ نے جنازہ میں شرکت بھی کی اور نوحہ بھی پڑھا اور ان کے احسانات کا تذکرہ بھی کرتے رہے۔

حضرت علیؑ کی ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہوگیا کہ باپ کا کام بھی فرزند ہی کے ذمہ آ گیا اور حضرت علیؑ اسے بھی بخوبی انجام دیتے رہے۔ ادھر جناب خدیجہ کا بھی انتقال ہوگیا جو اسلام کی پہلی محسنہ اور خواتین میں پہلی مومنہ اور حضرت علیؑ کے ساتھ نماز جماعت میں شرکت کرنے والی پہلی عبادت گزار عورت تھیں۔

پیغمبرؐ کے دو مددگاروں کے ایک ساتھ انتقال کر جانے کے بعد قدرت نے ہجرت کا حکم دے دیا، اور ۱۳ بعثت میں رسول اکرمؐ نے مکہ سے مدینہ کا رُخ کیا۔ اس موقع پر حکم خدا سے حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر لٹا دیا اور وہ رات بھر چین سے تلواروں کی چھاؤں میں سوتے رہے۔ جس سونے کو خدا نے اپنی مرضی کے عوض خرید لیا اور حضرت علیؑ کو تاریخ میں ایک نیا امتیاز حاصل ہوگیا۔

رسولِ اکرمؐ کی ہجرت کے بعد حضرت علیؑ نے کفار کی تمام امانتوں کو واپس کیا اور فاطمہؑ بنت پیغمبرؐ، فاطمہؑ بنت اسد، اور فاطمہؑ بنت زبیر جیسی محترم خواتین کا قافلہ لے کر مدینہ کی طرف چلے، راستہ میں کھسیائے ہوئے کفار نے مزاحمت کی اور آپ نے شدید مقابلہ کر کے اپنے کو رسولِ اکرمؐ تک پہنچا دیا۔

ادھر رسولِ اکرمؐ مدینہ کے باہر آپ کا انتظار کر رہے تھے، اور آپ کے بغیر مدینہ کے محاذ پر تبلیغ کا کام نہیں شروع کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ کے آنے کے بعد اسلام کی پہلی مسجد کی تعمیر کا کام انجام پایا۔ جو حضرت علیؑ کے ہاتھوں انجام پایا اور خدا کے فضل سے تمام مُسلمان اس میں نماز ادا کرنے کو بہترین کارِ خیر تصور کرتے ہیں اور ابھی تک اسے کسی تعصب کا نشانہ نہیں بنایا گیا۔

مدینہ میں مُستقر ہونا تھا کہ کفار مکہ کی طرف سے مزاحمت شروع ہوگئی اور آپ نے جواب دینا شروع کر دیا لیکن بڑا معرکہ بدر کے میدان میں پیش آیا، جہاں مدینہ سے تقریباً ستّر میل دور لشکر اسلام میں ۳۱۳ نہتے افراد تھے اور لشکر کفار میں ۹۵۰ مُسلّح سپاہی۔ رات کے وقت مُسلمان پیاسے ہوئے تو بدر کے کنویں سے پانی لا کر لشکر کو آپ ہی نے سیراب کیا، جس پر جبرئیل و میکائیل و اسرافیل نے ایک ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ استقبال کیا اور آپ کو سلام کیا۔

۱۷ رمضان ۲ھ کو یہ معرکہ پیش آیا، تو جنگ کے خاتمہ پر ستّر کفار قتل ہوئے اور ستّر اسیر ہوئے۔ ان مقتُولین میں سے ۳۵ تنہا حضرت علیؑ نے مارے ہوئے تھے اور ۳۵ کے قتل میں بھی آپ کی امداد شامل تھی۔ اگرچہ مُسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ فرشتوں کی امداد کا وعدہ نہ ہو جاتا تو شاید کوئی ثابت قدم نہ رہ سکتا۔

بدر کی فتح کے بعد قدرت نے علیؑ کو اس عظیم کارنمایاں کا انعام دیا اور یکم ذی الحجّہ کو حضرت علیؑ کا عقد جناب فاطمہؑ سے ہوگیا، جن کی خواستگاری کرنے والے بڑے بڑے صحابہ کرام بھی تھے لیکن قدرت نے فیصلہ کر دیا کہ نور کا عقد صرف نور سے ہو سکتا ہے اور پھر رسول اکرمؐ نے فرمادیا کہ علیؑ نہ ہوتے تو آدم و غیر آدم میں کوئی

MUBAHALATV.COM

میری بیٹی فاطمہؑ کا ہمسر نہ ہوتا۔ یہ نورانی رشتہ زمین پر بھی انجام پایا اور عرش اعظم پر بھی انجام دیا گیا۔

مہر کے سلسلہ میں رسولِ اکرمؐ کے مطالبہ پر علیؑ نے اپنی زرہ بیچ کر زہراء کا مہر ادا کیا اور رسول اکرمؐ نے اس مہر میں سے ۶۳ درہم کا سامان جہیز خرید کر اپنی بیٹی کو رخصت کر دیا اور اسلام میں شادی کا بہترین تصور اور سادگی کا عظیم مرقع سامنے آ گیا جس پر کسی بھی غریب اور فقیر کو اسلامی نظام سے شکوہ کرنے کا حق نہیں ہے کہ اگر نبی کریمؐ کی بیٹی کا مہر ۵۰۰ درہم ہو سکتا ہے تو دوسرے شخص کو زیادہ مہر کے مطالبہ کا کیا حق ہے؟ اور اگر نبی کا داماد ۶۳ درہم کے جہیز پر گزارا کر سکتا ہے جو اسی کے مہر سے خریدا گیا ہے تو دوسرے کسی داماد کو فرمائشیں کرنے کا کیا جواز ہے؟ کیا نبیؐ کی بیٹی سے عظیم تر کسی کی بیٹی یا نبی کے داماد سے بالاتر کسی کا داماد ہو سکتا ہے؟

۳ھ میں کفار نے بدر کی شکست کا بدلہ لینے کا پروگرام بنایا اور تین ہزار کے لشکر سے مدینہ پر حملہ کر دیا، حضرت علیؑ اور چند دیگر مخلص اصحاب نے میدانِ اُحد فتح کر لیا تھا لیکن بعض اصحاب کی طمع دنیا اور مخالفت رسولؐ نے جنگ کا نقشہ بدل دیا اور صورت حال اتنی خراب ہو گئی کہ رسولِ اکرمؐ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور مُسلمان اپنے پیغمبر کو چھوڑ کر اُحد کی پہاڑیوں پر اچکنے لگے۔ صرف دو تین افراد تھے جو جان کی بازی لگائے رہے اور حضرت حمزہ و مُصعب جیسے افراد کی شہادت کے بعد تنہا حضرت علیؑ دفاع کرتے رہے اور آخر میں انھوں نے ہی دختر پیغمبر حضرت فاطمہ زہراءؑ کی مدد سے رسولِ اکرمؐ کے زخموں کے علاج کا انتظام کیا۔ اس جنگ میں شہادت کی سعادت حضرت حمزہ کو نصیب ہوئی کہ آپ سید الشہداء قرار پائے اور فتح کا سہرا حضرت علیؑ کے سر بندھا کہ وہ تنہا مدافع رسول قرار پائے۔ معاویہ کی ماں ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے جناب حمزہ کی لاش کے ساتھ وہ برتاؤ کیا کہ رسول اکرمؐ مدتوں روتے رہے۔ انفرادی طور پر شکست کے بعد کفار نے یہودیوں سے مل کر مدینہ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا اور اس طرح ۵ھ میں جنگ احزاب پیش آئی۔ رسولِ اکرمؐ نے مدینہ کے گرد سلمانؓ کے مشورہ سے خندق تیار کرا دی لیکن چند سربراہانِ کفار خندق پار کر کے مُسلمانوں کے حوصلے پست کرنے لگے، اور باقی اصحاب نے سر اٹھانے کا بھی ارادہ نہیں کیا، لیکن حضرت علیؑ نے میدان میں عمرو کا مقابلہ کر کے اسے تہ تیغ کر دیا اور رسولِ اکرمؐ نے اس ضربت کو ثقلین کی عبادت سے زیادہ وزنی قرار دے دیا کہ اس وقت اسلام و کفر کا معرکہ تھا اور کل ایمان کل کفر کی زد پر تھا۔ رب العالمین نے امداد کی اور کل ایمان نے کل کفر پر غلبہ حاصل کر لیا۔

شوال ۵ھ میں جنگوں سے قدرے فرصت پانے کے بعد مُسلمانوں کے تقاضے پر رسول اکرمؐ نے ذی قعدہ ۶ھ میں عمرہ کا ارادہ کیا اور کفار مکہ کو اطلاع کر دی کہ ہمارا جنگ کا کوئی ارادہ نہیں ہے لیکن انھوں نے مکہ میں داخلہ سے روک دیا اور رسولِ اکرمؐ بھی اس امر پر راضی ہو گئے کہ عمرہ آئندہ سال انجام دیں گے اور صلح نامہ مرتب کر کے واپس تشریف لے آئے۔ صلح نامہ کی کتابت کا کام بھی حضرت علیؑ ہی نے انجام دیا اور اسلام

MUBAHILATV.COM

کا معرکہ قلم بھی انھیں کے ہاتھو سر ہوا، جبکہ اس صلح کی ظاہری کمزوری کو دیکھ کر حضرت عمر کو رسولِ اکرمؐ کی رسالت میں بھی شک ہوگیا تھا، اور بمشکل تمام حضرت ابوبکر کے سمجھانے سے بات سمجھ میں آئی کہ عام طور سے انھیں اسلامی حقائق انھیں کے بیان کے بعد سمجھ میں آتے تھے۔

۷ھ میں مدینہ سے نکالے ہوئے یہودیوں نے خیبر کے یہودیوں سے مل کر سازش کی اور اسلام سے انتقام لینے کا پروگرام بنایا تو رسولِ اکرمؐ خیبر کے یہودیوں کی سرکوبی کے لیے مقام خیبر تک پہنچ گئے اور قلعوں کا محاصرہ کرلیا۔ دو تین دن تک کچھ صحابہ زور آزمائی کرتے رہے لیکن میدان سے فرار کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آیا تو رسولِ اکرمؐ نے باقاعدہ اعلان کردیا کہ "کل اسے علم دوں گا جو مرد میدان، کرار غیر فرار اور محبّ محبوبِ خدا رسولؐ ہوگا"۔ دوسرے دن علم لشکر حضرت علیؑ کے حوالے کیا اور انھوں نے حارث و عنتر و مرحب جیسے پہلوانوں کا خاتمہ کرکے خیبر کو فتح کرلیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فاتح خیبر قرار پاگئے۔

خیبر کی فتح کے بعد فتوحات کی جملہ قسمیں مکمل ہوگئیں اور اسلام نے کفر، شرک، یہودیت سب کو شکست دے دی تو ذی قعدہ ۷ھ میں عمرۃ القضاء کا پروگرام بنا، اور رسولِ اکرمؐ ایک بڑی جماعت کے ساتھ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت علیؑ نے مکہ خالی کرایا اور مسلمانوں نے باقاعدہ طور پر عمرہ ادا کیا اور سکون کے ساتھ واپس چلے گئے۔

۸ھ میں مکہ میں رسولِ اکرمؐ کے حلیف بنی خزاعہ کے ایک فرد کو عین حرم خدا میں قتل کردیا گیا تو آپ اپنے حلیفوں کی فریاد پر دس ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوگئے۔ رمضان ۸ھ میں روانگی عمل میں آئی اور مکہ پہنچ کر آپ نہایت شان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اس طرح کہ احساس شکست و ذلت نے ابوسفیان و معاویہ جیسے افراد کو مسلمان بنادیا اور آپ نے خانہ خدا میں نماز ادا کرنے کے بعد حضرت علیؑ کو اپنے کاندھوں پر بلند کر کے طاق کعبہ سے تمام بت گروا دیے، اور اس طرح حضرت "شاہ بت شکن" قرار پاگئے۔

۱۰ شوال ۸ھ کو جنگ حنین پیش آئی جس میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی جس کی بنا پر ان میں غرور فتح پیدا ہوگیا، لیکن آخر میں سب نے فرار اختیار کیا اور بہ مشکل تمام واپس آئے تو ۷۰ کفار قتل ہوئے اور چار مسلمان اور اس فتح کا سہرا بھی حضرت علیؑ ہی کے سر رہا، ورنہ میدانِ جنگ صحابہ کرام سے خالی ہو چکا تھا۔

۹ھ میں ہرقل روم کی تیاریوں کی خبر پا کر آپ نے تمام مسلمانوں کو جہاد کا حکم دے دیا اور عظیم قافلہ لے کر نکل پڑے، لیکن چونکہ آپ کے علم میں تھا کہ دشمن میں مقابلہ کا حوصلہ نہیں ہے اور جنگ کی نوبت نہ آئے گی اس لیے حضرت علیؑ کو مدینہ میں چھوڑ دیا اور یہ تاریخی اعلان کر دیا کہ "تمھارا وہی مرتبہ ہے جو موسیٰؑ کے لیے ہارونؑ کا تھا صرف میرے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں ہے"۔

تبوک کی اس بلا جنگ کامیابی کے بعد تبلیغ سورہ برائت کا مرحلہ پیش آیا، جس کام پر پہلے حضرت ابوبکر مامور ہوئے، اس کے بعد وحی الٰہی نے انھیں واپس کر کے یہ کام حضرت علیؑ کے سپرد کیا اور انھوں نے حج اکبر کے موقع پر برائت مشرکین کا اعلان کردیا جو علیؑ والوں کا آج تک شعار ہے اور جس سے تمام مسلمان حکم خوف زدہ رہتے ہیں۔

MUBAHILATV.COM

۹ھ حج کے موقع پر اس اعلان کے بعد ۲۴ ذی الحجہ کو نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ کی نوبت آ گئی کہ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے پر اصرار کیا اور قرآن کا کوئی پیغام ماننے کے لیے تیار نہ ہوئے تو رسولِ اکرمؐ نے بحکمِ خدا مباہلہ کی دعوت دے دی اور آپ "نسائنا" میں حضرت فاطمہؑ، "انبائنا" میں حسنؑ و حسینؑ اور "انفسنا" میں حضرت علیؑ کو لے کر روانہ ہوئے جس کو دیکھ کر عیسائیوں نے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا، اور اسلام اپنی آخری فتح سے ہمکنار ہو گیا۔

۲۵ ذی قعدہ ۱۰ھ کو رسول اکرم ﷺ حجۃ الوداع کے لیے روانہ ہوئے اور لاکھوں مسلمانوں نے آپ کے ساتھ حج کیا اور واپسی میں بحکمِ خدا مقام غدیر پر قافلہ روک کر حضرت علیؑ کی مولائیت کا اعلان کر دیا کہ "جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ بھی مولا ہے"۔ جس پر تمام اصحاب نے بیعت کی اور حضرت عمر نے مبارک باد دی کہ آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے مولا ہو گئے۔

اس واقعہ سے پہلے رسولِ اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو اہلِ یمن طرف تبلیغی مشن پر روانہ کیا تھا جہاں آپ نے ایک دن میں سارے قبیلہ ہمدان کو مسلمان بنا لیا تھا اور وہیں سے حجۃ الوداع کے لیے قربانی کے جانور لے کر آئے تھے اور رسولِ اکرمؐ کے قافلہ میں شامل ہوئے تھے۔

آخر وقت میں رسولِ اکرمؐ نے ایک لشکر رومیوں سے مقابلہ کے لیے تیار کیا اور اسامہ بن زید کو تمام صحابہ کا سردار بنا کر اعلان کر دیا کہ جو لشکر اسامہ میں نہ جائے گا اس پر خدا کی لعنت ہوگی۔ اس سرداری سے صرف علیؑ کو الگ رکھا گیا تھا کہ انھیں اپنے سے جدا کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا، باقی حضرت ابوبکر و عمر جیسے تمام افراد کو بھی اسامہ کی سرداری میں دے دیا تھا۔ اس کے بعد رسولِ اکرمؐ کے مرض الموت کی شدت شروع ہو گئی اور آپ نے وقت آخر حضرت علیؑ کی آغوش میں سر رکھ کر دنیا سے رحلت فرمائی۔

حضرت علیؑ ہی نے آپ کے غسل و کفن کا انتظام کیا اور اپنے ہاتھوں سے دفن کیا۔

حضرت علیؑ تجہیز و تکفین رسول میں مصروف تھے کہ مسلمانوں نے سقیفہ میں جمع ہو کر بہ ہزار دقت خلافت کا فیصلہ کر لیا اور غدیری اعلان کو نظر انداز کر کے حضرت علیؑ کو ان کے واقعی حق سے محروم کر دیا، جس کے بعد آپ خانہ نشین ہو گئے۔ خانہ نشینی کے بعد آپ نے پہلا کام یہ انجام دیا کہ قرآن مجید کو اس کے تنزیلی اشارات اور توضیحات کے مطابق جمع فرمایا اور دربارِ خلافت میں پیش کیا کہ جس طرح الفاظ میں اختلاف نہیں ہے معانی میں بھی اختلاف نہ رہنے پائے لیکن ہوا خواہانِ تفسیر بالرائے نے ان توضیحات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور امت اسلامیہ ایک بہت بڑے علمی ذخیرہ سے محروم ہو گئی۔

MUBAHILATV.COM

رسولِ اکرمؐ کے ۷۵ یا ۹۵ دن کے بعد حضرت علیؑ کی شریک حیات حضرت فاطمہؑ نے انتقال فرمایا اور وہ اس عالم میں دنیا سے رخصت ہوئی کہ حکومتی سازش کی بنا پر باپ کے ترکہ سے محروم ہو چکی تھیں۔ پہلو شکستہ ہو چکا تھا اور محسن شہید ہو چکے تھے۔ حضرت علیؑ نے اس سخت ترین مصیبت کا بھی نہایت درجہ صبر و شکیبائی سے مقابلہ کیا اور تلوار نہیں اٹھائی۔ صرف یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ رسولِ اکرم

باقی صفحہ ۳۲ پر

باب المتفرقات

پردہ اور سیرتِ معصومینؑ

تحریر: حجۃ الاسلام علامہ ذیشان حیدر جوادی اعلی اللہ مقامہ

سیرت خود ایک ساکت وصامت حقیقت ہوتی ہے، اس لیے اس سے استدلال قائم کرنے سے پہلے اس کی نوعیّت پر نظر کرنا ضروری ہوتا ہے کہ نوعیّت کو دریافت کیے بغیر سیرت سے استدلال ایک بے معنی امر ہوگا۔ مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجیے کہ آپ نے کسی معصومؑ کو دو رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو ظاہر ہے کہ اس نماز سے اتنا تو ضرور اندازہ ہوجاتا ہے کہ اس وقت میں دو رکعت نماز قائم کرنا جائز ہے۔ لیکن یہ فیصلہ ناممکن ہوتا ہے کہ یہ نماز سنت ہے یا واجب ہے۔ اس نماز کی نوعیّت دریافت کرنے کے لیے مذہب کے دوسرے قوانین پر نظر کرنا ہوگی۔ مثلاً یہ دیکھا جائے گا کہ اسلام میں واجب نمازوں کی تعداد معین ہوچکی ہے اور معصومؑ کے خصوصیات کی بھی تحدید کی جاچکی ہے، اس لیے یہ نماز واجب نہیں ہوسکتی اور نہ اس کا شمار خصوصیات معصومین میں ہوسکتا ہے۔ اس لیے اس نماز کا مستحب ہونا امر یقینی ہے۔ یہی حال جملہ سیرتوں کا ہے کہ جب تک ان کی نوعیّت نہ معلوم ہوجائے اس وقت تک ان کے بارے میں فیصلہ کرنا غیر ممکن ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ پردے کے بارے میں بھی اسلام کا موقف دریافت کیا جائے تاکہ اس کی روشنی میں سیرت کا تجزیہ کیا جاسکے۔ قرآن وسنت کے اکثر بیانات سے اس موقف کی وضاحت کرنے کے لیے اس وقت معصومہ عالم جناب فاطمہ زہراء کا یہ فقرہ پیش نظر ہے جو آپ نے سرور کائنات کے سوال پر ارشاد فرمایا تھا۔ آپ کا سوال یہ تھا کہ عورت کے لیے سب سے اچھی چیز کیا ہے اور معصومہ عالم کا جواب یہ تھا کہ عورت کے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ نہ اس پر کسی مرد کی نگاہ پڑے اور نہ وہ کسی مرد کو دیکھے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پردہ یک طرفہ ستر کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں طرفین کی حیا وغیرت کو دخل ہے۔ پردہ صرف گھر میں بیٹھنے کا نام نہیں ہے بلکہ گھر سے نکلنے کے بعد بھی مردوں کی نظر سے بچنے کا نام ہے اور گھر میں رہ کر بھی نامحرم کی نگاہ سے اپنے کو بچائے رکھنے کا نام ہے۔ عورت کو قانونی اعتبار سے گھر کے اندر رہ کر امور خانہ کی نگرانی کرنا چاہیے اور کبھی بربنائے ضرورت نکل بھی آئے تو اپنے کو مردوں کی نظر سے بچائے رکھنا چاہیے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مرد کو عورت پر حکومت کا درجہ اسی معنی میں دیا ہے کہ وہ عورت کو گھر سے باہر نہ جانے دے۔ بیرون خانہ کی مصلحتوں کو عورت کی نسبت سے مرد زیادہ بہتر جانتا ہے اور اگر ان حالات کے جانتے ہوئے بھی باہر جانے کی اجازت دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی شرم وحیا رخصت ہوچکی ہے اور ظاہر ہے کہ جس کی شرم و

MUBAHILATV.COM

حیا رخصت ہو جائے اس کا دین ومذہب کہاں رہ جاتا ہے؟

معصومہ عالم کے اسی ارشادِ گرامی کی روشنی میں آپ کی اس سیرت کو دیکھا جاسکتا ہے کہ آپ کے دروازے پر سرور کائنات اپنے محترم صحابی کو لے کر آئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی تو معصومہ عالم نے اجازت دے دی۔ لیکن آپ نے دوبارہ سوال کیا تو آپ نے عرض کیا کہ گھر آپ کا گھر ہے اجازت کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ میرا ایک صحابی بھی ہے۔ جناب سیدہؑ نے عرض کیا کہ آپ کو تو معلوم ہے کہ میرے پاس ایک چادر ہے جس سے یا سر کو چھپا سکتی ہوں یا پیروں کو۔ ایسی حالت میں کسی صحابی کو گھر کے اندر آنے کی اجازت کیسے دے سکتی ہوں۔ واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ معصومہ عالم صحابی کو گھر کے اندر آنے سے نہیں روکنا چاہتیں بلکہ پردے کے حدود پر روشنی ڈالنا چاہتی ہیں۔ یعنی اگر میرے پاس چادر ہوتی تو ضرور اجازت دے دیتی اور یہی وجہ ہے کہ جب حضرت نے اپنا عبا عنایت فرمادی تو جناب سیدہ نے بخوشی صحابی کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔

معصومہ کے گزشتہ ارشاد سے بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ عورت یا مرد کے دیکھنے کا مطلب اس کے چہرے اور صورت کا دیکھنا ہے۔ لیکن آپ کی سیرت نے اس کی مزید وضاحت اس طرح کر دی کہ اس کے حدود میں قدوقامت بھی آجاتے ہیں، جیسا کہ مشہور ہے کہ آپ نے اسماء سے یہ شکوہ کیا کہ مدینہ میں جنازہ اٹھانے کا طریقہ ناقص ہے اس سے مردے کا قدوقامت نمایاں ہو جاتا ہے اور جب اسماء نے حبش کے طریقہ سے تابوت بنا کر دکھایا تو آپ کے لب ہائے مبارک پر مسکراہٹ آگئی۔ (بعض روایات میں یہ طریقہ معصومہ کے خواب کا نتیجہ بتایا گیا ہے) ظاہر ہے کہ آپ کا اضطراب مرنے کے بعد کے لیے تھا، جب انسان سے ہر حکم اور فریضہ ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ اضطراب بتاتا ہے کہ آپ مرنے کے بعد بھی اپنے قدوقامت کو نمایاں نہیں ہونے دینا چاہتی تھیں اور جو مرنے کے بعد اس بات کو پسند نہ کرتا ہو وہ زندگی میں کیسے پسند کر سکتا ہے اور شاید یہی وجہ تھی کہ جب رسولِ اکرم آپ کو مباہلہ میں لے کر چلے تو آگے خود رہے اور پیچھے علی کو کر دیا تا کہ فاطمہ کا قد نمایاں نہ ہونے پائے اور فاطمہؑ کے نقش قدم پر کسی کی نظر نہ پڑنے پائے۔

حضرت فاطمہ زہراءؑ کی یہی بلندی نفس تھی جس کی عظمت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ ابن مکتوم نابینا صحابی کو لے کر اپنے گھر میں تشریف لائے اور عائشہ و حفصہ سے کہا کہ حجرے میں چلی جاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سچ ہے کہ وہ نابینا ہے لیکن تم تو نابینا نہیں ہو۔ اسلام جہاں اس کا نظر کرنا پسند نہیں کرتا ہے وہیں تمہارا بھی نظر کرنا پسند نہیں کرتا ہے۔

مذکورہ بالا واقعات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ عورت کی اصلی منزل حدودِ خانہ ہے اور اس کا اصل منصب امورِ خانہ کی نگرانی ہے۔ اس کے رُخ ور خسار کو نگاہِ مردم سے بچانے میں خیر ہے اور اس کے قدوقامت کو اجنبی نظروں سے بچائے رکھنے میں عافیت ہے۔ یہی کردار معاشرہ کی اصلاح کا ضامن ہے اور یہی اصول حیات سماج کی فلاح و بہبود کا ذمہ دار ہے۔ اگر چہ اس کے حدود واجبات سے زیادہ ہیں اور واجبات میں اس میں سے بہت سی چیزیں شامل نہیں ہیں۔ لیکن خیر بہر حال خیر ہے اور حتی الامکان اس کا لحاظ ضروری ہے، بلا ضرورت

باقی صفحہ ۳۹ پر

MUBAHILATV.COM

باب المتفرقات

حقوقِ والدین

تحریر: مولانا سید خادم حسین نقوی

والدین کا حق ایک ایسا حق ہے کہ جس کے آثارِ دنیاوی بھی بہت سارے ہیں اور آثارِ اخروی بھی بہت سارے ہیں۔

معصوم فرماتے ہیں کہ تین چیزوں کے بارے میں خدا نے کسی کو بھی معافی نہیں دی، چاہے یہ حق مومن کا ہو یا کافر کا ① امانت کو ادا کرنا ② عہد کی پابندی کرنا ③ والدین کا خیال کرنا چاہے تمھارے ماں باپ مومن ہوں یا کافر۔

تین گناہ ایسے ہیں کہ جن کی سزا دینے کے لیے خدا آخرت کا انتظار نہیں کرتا کہ آخرت آئے اور سزا دی جائے، بلکہ ان کی سزا فوراً دی جاتی ہے۔ ان تینوں میں سے ایک والدین کے متعلق بھی ہے لیکن اگر دوسرے انداز سے دیکھا جائے تو شاید والدین کا حق ادا نہ کرنے والا تینوں گناہوں کا مجرم بن جاتا ہے۔

① کسی پر ظلم کرنا ظالم کو اگرچہ خدا مہلت دیتا ہے لیکن مہلت ان کی زندگی میں ہی ختم ہو جاتی ہے اور ان کا انجام خراب ہوتا ہے۔

② مثلاً مجھ پر کسی نے احسان کیا بجائے اس کے احسان کا شکریہ ادا کرنے کے الٹا میں اسی کے خلاف کوئی قدم اٹھاؤں۔

③ والدین کا نافرمان۔

اور اگر آپ دوسرے پہلو سے دیکھیں تو والدین کا نافرمان، والدین کی نافرمانی کے ساتھ ساتھ کیا وہ احسان کرنے والے کی ناشکری تو نہیں کر رہا ہے، اگر ایک عام انسان پر ظلم کرنے والے کو جب خدا آخرت تک مہلت نہیں دے رہا تو اگر کوئی اپنے والدین پر ظلم کر رہا ہے تو وہ شخص اس حدیث کے تینوں اجزاء کے دائرہ میں آگیا۔ اگر تمام احادیث کا ذکر کیا جائے تو فہرست بہت طویل ہو جائے گی۔

وہ حدیث کہ جس میں معصوم نے دو مرتبہ کلمہ لعنت اپنی زبان سے ادا کیا ہے۔ (بحار الانوار) یعنی ایک دفعہ جب نبیؐ مسجد نبوی میں منبر پر تشریف لے جا رہے تھے تو پیغمبرؐ نے تین بار رک کر آمین آمین کہا۔ سوال کرنے پر معلوم ہوا کہ جب پیغمبر منبر پر جا رہے تھے تو اسی وقت جبرائیل مسجد میں داخل ہوگئے۔ نبیؐ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرائیل نے کہا کہ لعنت اس آدمی پر کہ جس نے ماہِ رمضان پایا مگر پھر بھی اپنی بخشش نہ کروا سکا، وہ شخص ملعون ہے ملعون ہے ملعون ہے۔ یہ جبرائیل نے کہا اور پیغمبر نے آمین کہا۔ یعنی لعنت پیغمبر نے نہیں کی لیکن آمین کہہ کر جبرائیل کی لعنت کی تصدیق کر دی۔ اور دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرائیل نے کہا ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے میں پایا لیکن ان کی خدمت کر کے ان کی خوشی کو حاصل نہ کر سکا۔ پیغمبر نے آمین کہا۔

MUBAHILATV.COM

احادیثِ معصوم:

① جس آدمی نے غصے کی حالت میں نظر ڈالی جبکہ والدین اس پر ظلم بھی کر رہے ہیں، اس کی ساری نمازیں قبولیت کی منزل سے رُک گئیں۔ اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہو گی۔

② جو آدمی عاق والدین ہو، یعنی اے عاق والدین جو نیکی تو چاہتا ہے کر لے کیونکہ اللہ تیری کوئی نیکی قبول نہیں کر رہا۔ البتہ عمل غلط نہیں قبول ہونا الگ مسئلہ ہے غلط ہونا الگ مسئلہ ہے، قبول نہیں۔ یعنی وہ تمام نیکیوں سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ ذرا غور کیجیے۔ وضو میں انسان کتنی احتیاط کرتا ہے، غسل میں انسان کتنی احتیاط کرتا ہے، نمازوں میں فرق اس لیے عبادت غلط ہو گئی تو ثواب نہیں ملے گا، اور جو تمام عبادات کے ثواب کو ضائع کر دینے والی چیز ہے والدین کا حق اس میں کوئی احتیاط نہیں کی جاتی۔

③ پیغمبرؐ سے کوئی سوال کرتا ہے کہ اگر میں چاہوں کہ اپنے گناہوں کو بڑی آسانی سے معاف کروالوں تو کیا کروں؟ نبیؐ نے فرمایا جا کر اپنی ماں کی خدمت کرو۔ جب کہا کہ ماں تو مر چکی ہے، تو فرمایا باپ کی خدمت کر۔ جب وہ چلا گیا تو نبیؐ نے فرمایا: کاش اس کی ماں زندہ ہوتی تو زیادہ آسانی کے ساتھ اس کے گناہ معاف ہو جاتے۔

④ ہمارے سامنے وہ حدیث بھی آتی ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا: اگر کوئی اپنے والدین کے چہرے پر ان کا احترام کرتے ہوئے نگاہ ڈالتا ہے تو خدا اسے ایک مقبول حج کا ثواب دیتا ہے۔ راوی نے پوچھا: یارسول اللہ! اگر ہم دن میں سو مرتبہ اپنے والدین کے چہرے پہ نگاہ ڈالیں؟ فرمایا کہ سو مرتبہ حج مقبول کا ثواب ملے گا۔

⑤ اور یہ حدیث کہ کوئی آکر کہتا ہے: اللہ کے رسول! میرا بھی دل کرتا ہے کہ میں جہاد پر جاؤں، کیا آپ کی طرف سے اجازت ہے؟ پیغمبرؐ نے فرمایا: جہاد سے بڑھ کر کونسی نیکی ہے، جا کر راہِ خدا میں جہاد کر۔ مارا جائے گا تب بھی خدا کی ساری نعمتیں تیرے لیے ہیں، زندہ آئے گا تب بھی رحمتیں۔ کہا: مگر اللہ کے رسول! میں اس لیے آیا تھا کہ میرے والدین بوڑھے ہیں۔ جب میں نے جہاد کی بات کی تو وہ گھبرا گئے۔ بیٹا تیرے جانے کے بعد کون ہمارا خیال رکھے گا؟ اب میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا کروں؟ وہی پیغمبرؐ جو ابھی اس جواب کو جہاد میں آنے کی ترغیب دلا رہے تھے، فرماتے ہیں کہ تیری ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے والدین کو چھوڑ کر نہ جا۔ کیا تجھے نہیں پتا کہ تو جو ایک رات اپنے والدین کی خدمت میں گزارے گا، ایک سال کے جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

⑥ پیغمبرؐ نے گارنٹی لی ہے کہ عمر کو بڑھانا میری ذمہ داری ہے، رزق میں برکت دینا میری ذمہ داری ہے، ذہنی سکون مہیا کرنا میری ذمہ داری ہے اگر تم اپنے والدین کو خوش کرو۔

⑦ ایک آدمی معصومؑ سے کہتا ہے کہ مولا! جب میں آپ کا فرمان سنتا ہوں تو میرا جسم کانپ اٹھتا ہے۔ مولاؑ نے پوچھا: کونسا فرمان؟ کہا: مولا! جب آپ سکرات موت کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔ یعنی کہ جس وقت روح نکالی جائے گی۔ کوئی ایسا طریقہ ہے کہ میں روح کے نکلتے وقت ہونے والی تکلیف سے بچ جاؤں؟ امامؑ نے فرمایا کہ اس کا سب سے بہترین اور آسان ترین طریقہ ایک ہی ہے۔ وہ یہ کہ اپنے والدین کو اتنا خوش کر لے کہ جب ملک الموت تیرے پاس

MUBAHILATV.COM

آئے تو تیرے والدین تجھ سے خوش ہوں۔ کیا تجھے نہیں پتا کہ والدین کی خوشی روح کے نکلتے وقت ہونے والی تکلیف کو آسان کرتی ہے۔ (رُوح فوراً اس کے جسم سے نکل جاتی ہے) اور اگر کوئی والدین کا نافرمان ہے تو یہی منزل سب سے سخت ہو جاتی ہے۔ اس نوجوان کا واقعہ یاد کریں کہ جس کے سرہانے پیغمبرؐ بھی گئے ہیں مگر اس کی مدد نہیں کر رہے ہیں کیونکہ اس کی ماں اس سے ناراض تھی۔

نوٹ: والدین کے حق کی اہمیت ان کے عقیدے سے نہیں بلکہ ہمارے اور ان کے درمیان موجود رشتے کی وجہ سے ہے۔ اسی لیے والدین مومن ہوں یا غیر مومن، مُسلمان ہوں یا غیر مُسلمان، ان کے حق کی اہمیت اپنی جگہ پر برقرار رہے گی۔

⑧ تین چیزوں میں خدا نے کوئی چھوٹ نہیں دی، چاہے یہ تین حق مومن کے ہوں یا کافر کے۔ ① امانت واپس کرنا ضروری ہے ② عہد کی پابندی کرنا، عہد چاہے مومن سے کیا جائے یا کافر سے ③ والدین کے حق کی ادائیگی، چاہے والدین مومن ہوں یا کافر۔

⑨ راوی نے آٹھویں امامؑ سے پوچھا: مولا! میرا باپ آپ کو نہیں مانتا، مخالفِ مذہب حق ہے۔ شیعیت کا مخالف ہے۔ کیا پھر بھی میری ماں اور باپ دونوں کا حق ادا کروں؟ امامؑ نے فرمایا: یقیناً تم اس کے لیے اسی انداز سے دعا کرتے رہو، صدقہ دیتے رہو، اس کی خدمت واطاعت کرتے رہو جس طرح اگر تمھارے والد ہمیں ماننے والے ہوتے تو تم ان کا حق ادا کرتے۔ کیونکہ میرے جد پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: اللہ کی قسم اللہ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

زکریا بن ابراھیم کا واقعہ

اور وہ مشہور واقعہ زکریا بن ابراہیم کا۔ وہ عیسائی جو چھٹے امام کے زمانے میں دین حق کو قبول کرتا ہے۔ اور جب امام سے ملاقات کے لیے مدینہ آیا (کوفے کا رہنے والا تھا) تو ایک مسئلہ یہ بھی پوچھا کہ مولا! آپ کی محبت اختیار کرنے کے بعد اپنی ماں کے ساتھ میرا کیا سلوک ہونا چاہیے۔ کیونکہ میری ماں اب تک اپنے دین پر جمی ہوئی ہے اور وہ مذہب حق قبول نہیں کرتی۔

امامؑ نے فرمایا: تمھیں اس کی خدمت اسی انداز میں انجام دینا ہے جس طرح کوئی ایک مومن ماں کی خدمت انجام دیتا ہے۔ زکریا بن ابراہیم جب واپس اپنے گھر گئے تو اب امام کا یہ جواب سن چکنے کے بعد خدمت والدہ میں اضافہ کر دیا۔ جب تک دین نصاریٰ میں تھے اس وقت تک کوئی پابندی نہیں تھی۔ کیونکہ عیسائیوں کے نزدیک جزا و سزا کا سلسلہ ہی ختم ہے۔ حضرت عیسیٰؑ ان کے تمام گناہوں کا کفارہ دے کر سولی پر چڑھ چکے ہیں۔ بقول ان کے۔ اور جب زکریا بن ابراہیم کی ماں نے حیران ہو کر کہا کہ بیٹے میں تو سمجھ رہی تھی کہ تم دین بدلنے کے بعد مجھ سے اور دور ہو جاؤ گے مگر تم تو اور خدمت گزار بن گئے۔ (اب اس کی اصطلاح میں تو یہ بے دین ہونا ہی ہے) کہا: میں مدینہ گیا تھا، اپنے آقا سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ انھوں نے خُصُوصیّت کے ساتھ تاکید کی تھی کہ میں آپ کے حق کا خیال کروں۔ ماں نے پوچھا کہ جن سے تم نے ملاقات کی کیا وہ پیغمبر تھے؟ جواب دیا کہ پیغمبر تو نہیں فرزند پیغمبر ہیں۔

MUBAHILATV.COM

ماں کو یقین نہ آیا، اور کہا نہیں بیٹا وہ ضرور کوئی پیغمبر ہوگا۔ اس لیے کہ ماں کے حق کی رعایت کے بارے میں صرف پیغمبر کی نصیحت ہوا کرتی ہے۔ جواب دیا: نہیں مادر گرامی، جس پیغمبر کو میں مانتا ہوں، وہ دنیا سے رحلت کر چکے ہیں اور وہ آخری پیغمبرؐ ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہ ان کے جانشین اور ان کے بیٹے ہیں۔

جب ماں نے یہ سنا تو کہا: بیٹا! کتنا اچھا یہ دین ہے۔ مجھے بھی کلمہ پڑھاؤ۔ اور اس طرح کلمہ پڑھ لیا، اس وقت ظہر کا وقت تھا۔ ظہر عصر مغرب و عشاء چار نمازیں اس بوڑھی ماں کو ملیں اور نمازِ عشاء کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوگئی۔ پھر امام نے خوشخبری دی کہ تمھاری ماں کا یہ مختصر سا ایمان اس کو جنّت کے اعلیٰ ترین مرتبے پر لے گیا ہے۔

(۱۰) کسی نے نبیؐ سے سوال کیا: اللہ کے رسولؐ! میں اپنے باپ کی کس حد تک خدمت کروں" فرمایا: جب تک وہ زندہ رہیں ان کی اطاعت کرے رہو۔

ماں کی خدمت کس حد تک

دنیا کی ریت کے جتنے ذرے ہیں اور آسمان سے برسنے والی بارش کے جتنے قطرے ہیں، اگر ان سب کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی ماں کی خدمت کرنا چاہو تو ممکن ہی نہیں ہے کہ ماں کے ایک چھوٹے سے بھی حق کو تم ادا کر سکو۔

حدیث معصومؑ

ایک آدمی آیا اور کہا: فرزند رسول! میری ماں بہت ضعیف ہے، زمین گیر ہے، یعنی اب اس کے ہاتھ پاؤں جواب دے چکے ہیں۔ میں اپنی گود میں اٹھا کر لے جاتا ہوں۔ اس کا ہاتھ منھ میں دھلاتا ہوں۔ لباس تبدیل کرنے میں میں مدد کرتا ہوں، اور جب ضروریات سے فارغ ہوتی ہے تو میں اپنا منھ پھیر کے اس خدمت کو انجام دیتا ہوں۔ اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اس کے منھ میں میں نوالہ رکھتا ہوں۔ تمام کاموں کو میں بلا کراہ (بغیر کراہت کے) میں انجام دیتا ہوں۔ ایسا نہیں کہ منھ بنا کر، یا غصے کے عالم میں۔ مولا! کیا میں نے اپنی والدہ کا کچھ حق ادا کیا؟

معصومؑ نے فرمایا: باپ کا حق تو بہر حال ادا ہو سکتا ہے، اور ماں کا حق تو یاد رکھ۔ تیری یہ ساری زحمت مل کر اس ایک رات کے برابر نہیں بنے گی کہ جو ماں نے تجھے نو مہینے اپنے پیٹ میں اٹھا کر رکھا تھا۔ اس کی صرف ایک رات کا بدلہ تیری یہ ساری زحمت و تکلیف نہیں بن سکتی۔ پیدائش کے بعد راتوں کو اٹھ اٹھ کر تیری خدمت کرتی تھی۔

(بشکریہ ماہنامہ المنتظر لاہور، فروری ۲۰۱۷)

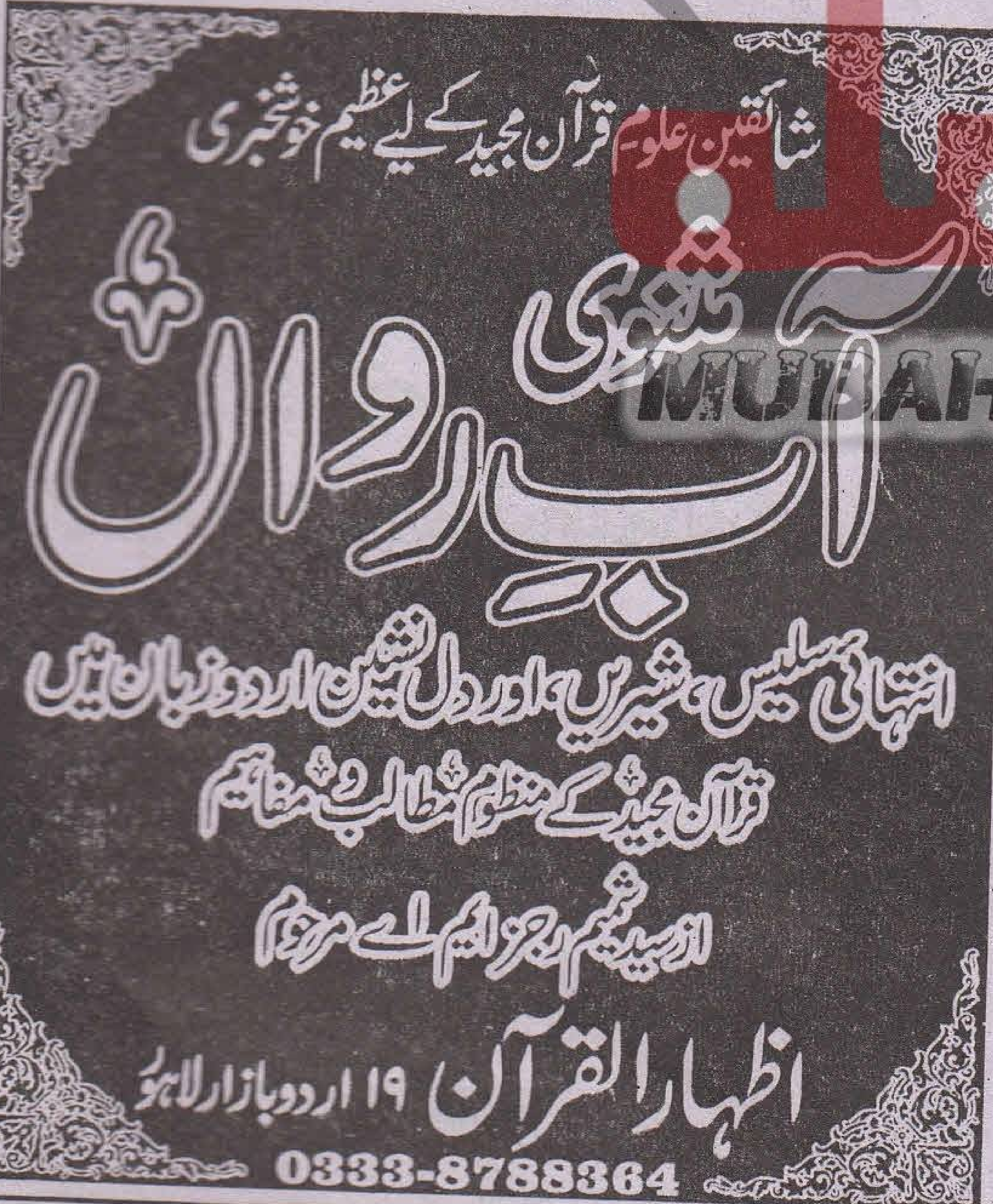

MUBAHILATV.COM

حسینی ٹریولز اینڈ ٹورز ۱۲

زائرین شہداء کربلاؑ کی خدمت کے بیس سال

بیاد: سیّد تہذیب حسین شیرازی (مرحوم)

سربراہ کاروان: سیّد محمد باقر حسین شیرازی جامعہ مدینۃ العلم بھارہ کہو اسلام آباد

چہاردہ معصومین علیہم السلام کی زیارات کے لیے بہترین پیکج

ایران عراق بائی روڈ
60000
مارچ، جون، ستمبر اور اربعین سید الشہداءؑ

عمرہ، ایران، عراق
185000
روانگی فروری

ایران، عراق بائی ایئر
125000
مارچ، جون، ستمبر اور اربعین سید الشہداءؑ

عمرہ
99000
فروری مارچ

سہولیات: ویزہ، رہائش، مکمل زیارات، ٹرانسپورٹ بذمہ سالار

سیّد علی رضا شیرازی
0300-5064071
0331-0308834

☆ بہترین ٹرانسپورٹ ☆ حرم کے نزدیک رہائش ☆ جہاں قیام وہاں طعام

سیّد محمد عباس گردیزی
0304-9928775

حسینی ٹریولز اینڈ ٹورز ۱۲ گجر پلازہ نزد لالہ زار کالونی بھلوال
048-6642305

بقیہ حیات حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد زہراؑ کا فراق دیکھ لیا ہے کہ دنیا میں کسی دوست کے لیے بقا نہیں ہے۔ حضرت علیؑ حالات کے پیشِ نظر ۲۵ سال تک خانہ نشین رہے اور مسلمان یکے بعد دیگرے حکام سازی کرتے رہے اور کسی موقع پر بھی صحیح معنوں میں حضرت علیؑ کو ان کا حق نہیں دیا گیا، لیکن اس کے باوجود آپ نے کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی بلکہ برابر حکام وقت کی مدد کرتے رہے اور انھیں نیک مشورہ دیتے رہے اور کسی ایسے اقدام میں کوتاہی نہیں کی جس میں اسلام اور امت اسلامیہ کی بھلائی ہو یا جس میں شریک نہ ہونے سے اسلام کی رسوائی کا خطرہ ہو۔

حضرت عمر نے اپنے آخری وقت میں خلافت کا فیصلہ ایک خاص کمیٹی کے حوالے کر دیا جس نے مخصوص اسباب کے تحت آپ سے سیرت شیخین پر عمل کرنے کا مطالبہ کیا اور آپ نے اس مطالبہ کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ سیرت رسولؐ کے بعد کسی سیرت کی ضرورت نہیں ہے اور اس طرح عثمان اس شرط کو قبول کر کے خلیفہ ہو گئے اور حضرت عمر کا منصوبہ شوریٰ مکمل ہو گیا۔

بقیہ باب المسائل

ہے کہ حدیث کساء جناب جابر بن عبداللہ نے بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا سے سنی۔ بی بی فاطمہؑ تو پردے کا بہت خیال رکھنے والی تھیں تو یہ کیسے ممکن ہوا کہ جابرؓ نے بی بی سے حدیث کساء سنی؟ مہربانی فرما کر راہنمائی فرمائیں۔

جواب، باسمہ سبحانہ: جناب جابر کے حدیث سننے سے جناب سیدہ کائناتؑ کی بے ردائی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ جناب کا حجاب میں رہ کر حدیث بیان کرنا ممکن ہے۔ بلاتشبیہ صحابہ کرام کو حکم خدا ہوتا ہے کہ

اذا سئلتموھن شیئا فاسئلوھن من وراء حجاب (القرآن)

جب تم جناب رسولِ خداؐ کی بیویوں (امہات المومنین) سے کچھ پوچھنا چاہو تو پردہ کے پیچھے رہ کر پوچھو۔

اب سوال کرنے والے نامحرم ہیں۔ امہات المومنین سے سوال کر رہے ہیں، اور وہ پردہ کے اندر رہ کر جواب دے رہی ہیں۔ اسی طرح جناب سیدہ نے بھی پردہ کے اندر رہ کر حدیث کساء بیان فرمائی تھی۔ اور جناب جابرؓ سے سنی تھی اور پھر بیان کی تھی۔

بقیہ پردہ اور سیرتِ معصومینؑ

خیر کو ترک کر دینا بعض اوقات شر کا باعث ہو جاتا ہے۔

خداوند عالم امت توحید و رسالت اور پیروان مسلک ولایت کو اس خیر کے حاصل کرنے کی توفیق کرامت فرمائے اور ہمارے معاشرے کو ہر شر و آفت سے محفوظ رکھے۔

(منقول از نقوشِ عصمت)

بقیہ باب الحدیث

میرے اوپر اسے جنت دینا لازم ہے۔ (اصول کافی)

☆ جابر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو بندہ مومن اپنے مومن بھائی کی اس کے گھر جا کر زیارت کرے تو خداوند عالم اس سے فرماتا ہے کہ تو میرا مہمان اور میرا زائر ہے اور تیری مہمان نوازی کی خاطر میں نے تیرے لیے جنت واجب قرار دے دی۔

لمحہ فکریہ:

جب ایک بندہ مومن کی زیارت کا اس قدر اجر و ثواب ہے تو اگر کوئی بندہ مومن سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کی خلوص نیت کے ساتھ زیارت کرے تو اس کا اجر و ثواب کیا ہوگا؟ اس کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں ہے۔ سچ ہے کہ: رحمت حق بہانہ می جوید بہانمی جوید

قبلہ مولانا الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی

کی جملہ کتب

حاصل کرنے کے لیے

درج ذیل فون نمبر پر اقبال حسین سے رابطہ کریں

0300-5379405

MUBAHILATV.COM

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ

اخبارِ غم

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

☆ آہ جناب خادم حسین لغاری

معروف سماجی اور مذہبی شخصیت جن کے تعلیمی دینی اور سماجی کارناموں کی فہرست طویل ہے، رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ مرحوم ایک ماہر تعلیم اور قومی درد رکھنے والی شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی وفات سے جو قومی خلا پیدا ہوا ہے پُر ہونا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی و آلہ

☆ مولانا فیض محمد آف فروکہ نزیل نجف اشرف کی والدہ رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جوارِ سیدہ سلام اللہ علیہا میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ جامعہ ہذا کے طالب علم محمد تقی متقی کے خالہ زاد بھائی رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازے۔

☆ مولانا آصف حسین (ڈرائیور آیت اللہ نجفی) کی چچازاد بہن موضع جوئیہ ضلع خوشاب میں رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بخشش فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ جناب محمود صاحب قریشی کی اہلیہ محترمہ وفات پاگئی ہیں۔ خداوند عالم ان کی مغفرت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی و آلہ

آیاتِ شفاء

وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ

اِلتماسِ دُعاء

برائے صحت

☆ مولانا ناصر حسین صاحب آف حاجی مہرہ ڈیرہ اسماعیل خان صاحبِ فراش ہیں۔

☆ جناب الحاج دلاور حسین باجوہ صاحب اور ان کی بیٹی بیمار ہیں۔

☆ سردار امیر علی خان آف ساہی وال ضلع سرگودھا

☆ جناب ملک امیر حیدر لنگاہ صاحب آف خوشاب کے ماموں جان بیمار ہیں۔

☆ سید مُشتاق حسین نقوی

☆ محمد حسنین گارڈ بیمار ہیں

ان سب کی صحت یابی کے لیے جملہ اہل ایمان کی خدمت میں اپیل کی جاتی ہے کہ بارگاہ رب العزت میں بطفیل سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام دعا کریں کہ وہ ان حضرات کو صحت کاملہ وعاجلہ مرحمت فرمائے۔

MOBAHILATV.COM

Registered No. (G) H.C/722

اِنتہائی کم اخراجات میں عمرہ، عراق، ایران، شام مُکمل زیارات

جو شخص حضرت امام حسینؑ کے حق کو پہچانتے ہوئے ان کی زیارت کرے اللہ تبارک و تعالیٰ
اس کے نامہ اعمال میں ایک ہزار مقبُول حج اور ایک ہزار مقبُول عمروں کا ثواب لکھ دیتا ہے

فرمانِ امام جعفر صادقؑ

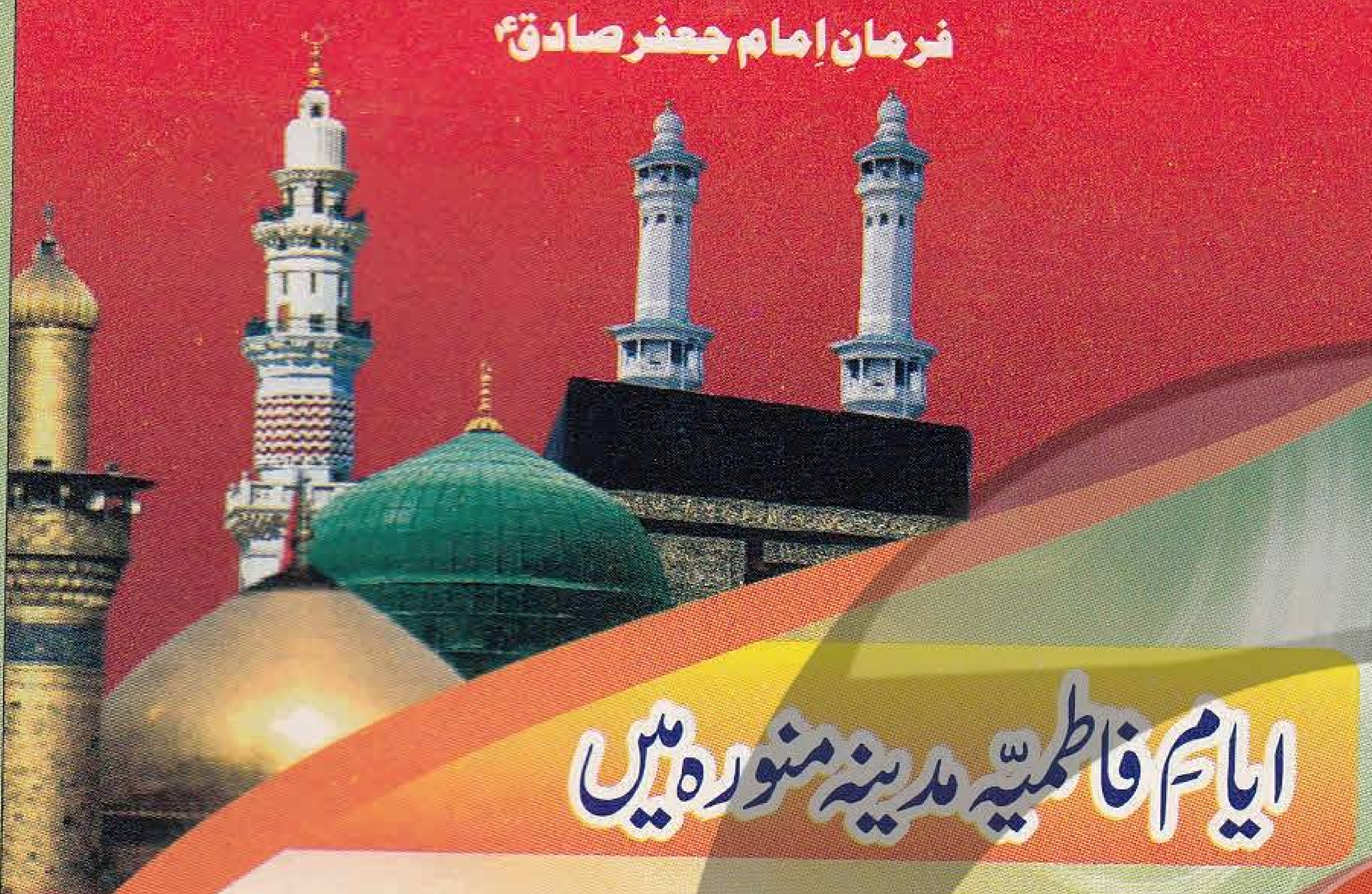

آؤ مدینے چلیں

اے فرشتو! مجھے کربلا لے چلو

KARWAN-E-SADIQ TOURS & SERVICES

عمرہ اور زیارات کے لیے قابلِ اعتماد ادارہ

ایامِ فاطمیہؑ مدینہ منورہ میں

گرمیوں کی چھٹیوں میں زیارات کریں

چہلم سید الشہداءؑ کربلا معلّیٰ میں

عمرہ ایران عراق شام

ایامِ فاطمیہؑ، چہلم سید الشہداءؑ
اور گرمی کی چھٹیوں میں
زیارات کا خصوصی اہتمام

سپیشل اکانومی پیکیج
ایران و عراق بائی ایئر زیارات
95,000

سپیشل اکانومی پیکیج
عمرہ 79,000

شام 550 ڈالر

ایران و عراق بائی روڈ 50,000

عمرہ 95,000

ایران و عراق 1,15,000

عمرہ، ایران، عراق 1,75,000

MUBAHILATV.COM

سہولیات: میڈیکل، انشورنس، ویزا، ایئر ریٹرن ٹکٹس، حرم کے نزدیک رہائش، آرام دہ ٹرانسپورٹ
مُکمل زیارات تاریخی پس منظر کے ساتھ، ایران میں لوکل سفر بذریعہ ٹرین

ویزہ
عراق، ایران، عمرہ پیکیجز
وستے ایئر ٹکٹس کے لیے
رابطہ فرمائیں

محدود نشستیں فوری رابطہ کریں

علماء کرام، طالب علموں اور
فیملیز کے لیے خصُوصی رعایت

ہمارا مقصد زائرین کی خدمت

کاروانِ صادقؑ

نوٹ: تمام سفر زیارت کی یادگار ویڈیو سی ڈی دی جائے گی

0301-7891122,0348-4582772
0300-6055071

محمد محسن بلوچ ایڈووکیٹ

گروپ آرگنائزر
مسئولِ کاروان

facebook/karwan e sadiq a.s m.khan1472@gmail.com